REGD No E.P. 67

رجسٹرڈ نمبر ای پی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

هفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ چھ روپے
ششماہی ۔/۳/۵۰
ممالک غیر ۔/۷/۵۰
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۷ | ۱ ہجرت ۱۳۳۷ ہش - ۱۱ شوال ۱۳۷۷ھ - یکم مئی ۱۹۵۸ء | نمبر ۱۶

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۸ اپریل۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت سے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ:

"حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت اسہال سے قدرے ناساز تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اب بہتر ہے۔" الحمد للہ۔

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۲۹ اپریل کل تین بجے جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز ناظر بیت المال بکار سلسلہ دہلی تشریف لے گئے۔ اور آج صبح محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر دعوت و تبلیغ دہلی اور اڑیسہ کے سفر کے لئے روانہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ خیر و عافیت سے واپس لائے۔ آمین۔

محترم صاحبزادہ صاحب کے اہل و عیال قادیان میں بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

حضرت کرشن علیہ السلام

كَانَ فِي الْهِنْدِ نَبِيًّا اَسْوَدَ اللَّوْنِ اِسْمُهٗ كَاهِنًا (دیلمی)

(از مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ مقیم دہلی)

(۳)

(۵)

قرآن مجید اور احادیث کی روشنی کے بعد میں مسلمان بھائیوں کو اپنے بزرگوں کی طرف بھی لے جانا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ ہندوستان میں آنے والے انبیاء کے بارہ میں بعض سابقہ بزرگوں نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ جن میں سے چند بزرگوں کے خیالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب میں جو انہوں نے اپنے مرید خواجہ محمد سعید صاحب کو لکھا ہے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ ہندوستان میں بھی انبیاء کرام تشریف لائے ہیں۔ آپ کا اصل مکتوب فارسی میں ہے جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے۔

آپ فرماتے ہیں اگلی اُمتوں میں جب ہم غور کرتے ہیں تو کم ہی کوئی ایسا ملک پاتے ہیں جہاں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوئے ہوں۔ حتیٰ کہ ملک ہند جو بظاہر حالات ایسے معاملہ سے دور معلوم ہوتا ہے اس میں بھی ہم جانتے ہیں کہ اہل ہند میں سے بھی کئی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ اور اپنی اُمت کو خدائے جل شانہ کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں اور مجھے بعض شہروں میں ملک ہند کے محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا نور شرک کی تاریکی میں بہ رنگ مشعل روشن ہے۔ اور اگر میں چاہوں تو ان شہروں کی تعیین کر سکتا ہوں۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۵۹)

میرے عزیز بھائی یہ کس قدر صاف اور واضح شہادت مجدد صاحب کی ہے کہ ہندوستان میں بھی انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں اگرچہ آپ نے نام کی تعیین نہیں کی مگر ہر ایک سمجھدار انسان جان سکتا ہے کہ آپ کی مراد راجہ رام چندر شری کرشن جی مہاراج حضرت گوتم بدھ علیہم السلام سے ہی ہے جن سے ہندوستان کے کروڑوں انسان عقیدت رکھتے ہیں۔ اور حقیقتاً ان بزرگوں کے حالات زندگی سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگیاں رسولوں اور نبیوں جیسی ہیں۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے مشہور اولیاء میں سے گذرے ہیں۔ انہوں نے حضرت کرشنؑ کے متعلق ایک کشف کی تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہر قریہ میں ہدایت کرنے والا گذرا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہنود میں بھی کوئی آدمی گذرا ہوگا۔ مفصل حوالہ کتاب ارشاد رحمانی مؤلفہ مولوی سید محمد علی صاحب مونگیری سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

"ایک روز بعد جمعہ بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمانؑ کا ذکر آیا۔ صاحبزادہ جناب احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ کنھیا کی سولہ ہزار گوپیاں تھیں ارشاد ہوا کہ حضرت کے پیشتر یہ لوگ مسلمان تھے۔ خفقیر کہتا ہے کہ بعض اور حضرات نقشبندیہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے چنانچہ قیوم دوران حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ اس شخص کے خواب کی تعبیر فرماتے ہیں جس نے دیکھا تھا کہ ایک جنگل آگ سے بھرا ہوا ہے اور کنھیا اس کے بیچ میں ہے اور رام چندر اس کے کنارے پر ایک شخص نے اس کی تعبیر یہ بیان کیا کہ یہ لوگ کافروں کے سردار ہیں اسلئے جہنم کی آگ میں جلتے ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ اس کی تعبیر دوسری ہے جتنے لوگ گذر گئے ہیں۔ ان میں سے کسی خاص شخص پر کفر کا حکم لگانا بغیر ثبوت شرعی جائز نہیں ..... اور قرآن مجید میں آچکا ہے کہ ہر قریہ میں ہدایت کرنے والا گذرا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ہنود میں بھی کوئی ہادی گذرا ہوگا۔ اس تقدیر پر ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اپنے عہد میں ولی ہوں یا نبی اور رام چندر نسبت سلوک تعلیم کرتا ہو اور کرشن نسبت جذبی چونکہ کنھیا میں ذوق و شوق کا غلبہ تھا اس لئے وہ عشق و محبت کی آگ میں جلتا ہوا نظر آیا۔ اور رام چندر پر سلوک غالب تھا جذب کو طے کر چکا تھا اس وجہ سے وہ آگ کے کنارے نظر آیا۔ حضرت حاجی محمد افضل قدس سرہٗ نے اس تعبیر کو بہت پسند کیا اور خوش ہوئے۔"

(ارشاد رحمانی صفحہ ۴۲-۴۳)

مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب "سَت دھرم وچار" میں تحریر فرماتے ہیں کہ رام چندر اور کرشن نبی تھے۔ ملاحظہ ہو ست دھرم وچار۔ پھر آپ اپنی کتاب مباحثہ شاہجہانپور (یہ مباحثہ مولانا موصوف اور پنڈت دیانند بانی آریہ سماج کے درمیان ہوا تھا) میں فرماتے ہیں:۔

"کیا عجب ہے کہ ہنود جن کو اوتار کہتے ہیں اپنے زمانہ کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہے مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ سو کیا تعجب ہے کہ انبیاء ہندوستان بھی انہی نبیوں میں سے ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔"

مولوی وحید الزمان صاحب مشہور عالم اپنی کتاب تفسیر وحیدی میں زیر آیت وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ لکھتے ہیں:

"یہ بھی یاد رہے کہ حضرت کرشن علیہ السلام خدا کے ایک برگزیدہ اور راستباز انسان تھے اور وہ اپنے زمانہ میں اپنی قوم کے لئے خدا کی طرف سے نذیر ہو کر آئے تھے کیونکہ قرآن مجید میں ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ اس آیت سے یہ صاف نکلتا ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہو چکے ہیں۔"

اخبار زمیندار لاہور کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی خان مرحوم اخبار پرتاپ لاہور کے کرشن نمبر مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۲۹ء میں لکھتے ہیں:۔

"کوئی قوم اور کوئی ملک ایسا نہیں ہوا جس کی برائیوں کی اصلاح کے لئے خدا نے بزرگ و برتر نے خاص خاص اوقات میں اپنا کوئی برگزیدہ بندہ نبی یا مرسل مامور کے طور پر مبعوث نہ کیا ہو۔ سری کرشن جی نبیوں کے اس عالمگیر سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔"

اسی طرح مولانا عبد الماجد صاحب اور خواجہ حسن نظامی نے بھی حضرت کرشن کو ارباب طریقت کا مسلّم اور محترم پیشوا تسلیم کیا ہے۔ مندرجہ بالا حوالہ جات حضرت کرشن علیہ السلام کی نبوت کے ثبوت پر کافی ہیں اور ان حوالہ جات کی روشنی میں ہم صرف مسلمان بھائیوں سے ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ براہ کرم ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ پر غور کریں اور سوچیں مجھے یقین ہے کہ اگر وہ تھوڑا سا بھی غور کریں گے (باقی صفحہ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پبلشر نے داما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

ہفت روزہ بدر قادیان ــ مورخہ یکم مئی ۱۹۵۸ء

اقتصادی آزادی

پچھلے دنوں وزیر اعظم پنڈت نہرو نے کیرالہ کی راجدھانی میں تقریر کرتے ہوئے یورپی ممالک کی ترقی کا ہندوستان کی ترقی سے موازنہ کرتے ہوئے کہا:۔

ان ممالک میں اقتصادی اور صنعتی انقلاب پہلے آیا اور سیاسی انقلاب بعد ازاں۔ لیکن اس کے برعکس بھارت نے پہلے سیاسی آزادی حاصل کی اور اب یہ اقتصادی آزادی کے حصول کی جد و جہد میں مصروف ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپین ممالک اقتصادی اور صنعتی انقلاب کے نتیجہ میں آج ایشیائی ممالک سے کہیں آگے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی اقتصادیات کے مسئلہ کا حل ہی آج ساری دنیا کے لئے درد سر کا موجب بنا ہوا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی باہمی رقابت اور نا مساعد حالات کے تناؤ کا نقطہ مرکزی بھی یہی ہے۔ بڑے سے بڑا ملک جو ترقی کے میدان میں کہیں آگے بڑھ چکا ہے۔ وہ اپنی حالت پر مطمئن نہیں۔ انسانی زندگی کو زیادہ خوشحال بنانے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اپنے ملک واسیوں کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولیات بہم پہنچانے کے لئے تمام ممکن ذرائع کو کام میں لانے کی کوشش کی جا رہی ہے جہاں تک ہمارے ملک کی ایسی ترقی کا سوال ہے۔ وہ بھی حصول آزادی کے بعد ملکی نیتاؤں کی کوشش سے کافی آگے بڑھ چکا ہے۔ گو اس کی ترقی کی یہ رفتار دھیرے ہلکی ہے لیکن جن غیر معمولی حالات کا اُسے سامنا ہے اس کے پیش نظر یہ امید کی جا سکتی ہے کہ جس طرح ہمارے ملک نے سیاسی آزادی میں کامیابی حاصل کی عنقریب وہ موجودہ زمانہ کے ترقی یافتہ ملک کے مقابلہ پر اقتصادی آزادی حاصل کرنے میں بھی ضرور کامیاب ہوگا۔ البتہ اس کے لئے نسبتاً زیادہ محنت اور اجتماعی کوشش کی ضرورت ہے۔ حکومت کی طرف سے ملکی ترقی کیلئے مختلف قسم کے منصوبے زیر عمل ہیں ان کو کامیاب بنانا اور اُن کے نتائج سے بہرہ مند ہونا اُسی وقت ممکن ہے جب تک ملک کے تمام باشندے ذمہ داری کو پورا پورا احساس کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔ حکومت اس وقت تک اپنے پروگرام میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتی جب تک اُسے عوام کا تعاون حاصل نہ ہو۔

بےشک ... میں صنعتی انقلاب کے لئے

بھی بڑی کوششیں جاری ہیں۔ اور مختلف قسم کے ترقیاتی منصوبے زیر عمل ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک ملک کی ترقی اور اسکی سر بلندی کا مدار غذائی مسئلہ کے حل پر موقوف ہے۔ اور باقی تمام منصوبے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں اس لحاظ سے جو صورت حال اس وقت ہمارے ملک کی ہے وہ نائب وزیر خوراک کے اس بیان سے ظاہر ہے جو انہوں نے ۲۶ اپریل کو لوک سبھا میں دیا کہ

"اس سال بھارت سرکار ۲۶ لاکھ ٹن اناج درآمد کرے گی"

اب یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا ملک صنعتی نہیں بلکہ زرعی ہے۔ لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں کہ آزادی کے گیارہ سال گذر جانے کے باوجود ہم غذائی اعتبار سے خود کفیل نہیں ہوسکے بیشک ملک کو صنعتی اعتبار سے اونچا لے جانے کے لئے غیر ممالک کی عرصہ دراز تک امداد تو کسی حد تک سمجھ آسکتی ہے۔ لیکن خوراک کے لحاظ سے زیادہ دیر تک دوسروں کا دست نگر بنے رہنا کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ ہمارے نزدیک بمقابلہ دیگر مسائل کے یہ مسئلہ فوری توجہ کا متقاضی ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ملک کی بڑھتی ہوئی آبادی ان تمام منصوبوں کی کامیابی میں سد راہ ہو۔ لیکن اس کے باوجود حالات پر قابو پانا اگر مشکل امر ہے تو ناممکن بھی نہیں کیونکہ اگر ایک طرف شرح پیدائش میں غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ تو سائنسی ایجادات نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ پس سائنسی تجربات کی مدد سے اس مشکل کو آسان کیا جا سکتا ہے۔ کسانوں سے قریبی رابطہ پیدا کر کے جہاں اُنہیں جدید قسم کے زرعی تجربات سے آگاہ کیا جائے۔ جس سے فصل زیادہ اچھی ہو وہاں حاصل شدہ غلہ کی حفاظت اور مختلف قسم کے کیڑوں سے بچاؤ کی ترکیب بتائی جائیں۔ اسی طرح جگہ بجگہ ایسے ماہرین مقرر کئے جائیں جو مختلف زمینوں کی صلاحیت کے لحاظ سے فصلوں کے بارہ میں کسانوں کو مشورہ دیں۔ اور ہر علاقے کی پیداوار کا ٹھیک ٹھیک ریکارڈ رکھ کر آئندہ کے لئے اصلاحی تدابیر سوچتے رہیں۔ اس پر عملدرآمد کرنے سے ایک طرف حکومت اور کسانوں کا تعلق بڑھے گا اور دوسری طرف ملک کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کی طرف سے پہلے ہی اس قسم کے بعض منصوبے زیر عمل ہیں مگر ضرورت اس امر کی ہے کہ ان کو زیادہ تیزی سے ملک میں رائج کیا جائے۔ حتیٰ کہ چند ہی سالوں میں ہمارا ملک غذائی اعتبار سے کسی دوسرے ملک کا دست نگر نہ رہے۔ جب یہ نشانہ پورا ہوگیا تو سمجھو کہ اقتصادی آزادی کی منزل پر نہایت مضبوطی سے ہمارا قدم جم گیا اور ہمارا ملک سیاسی آزادی کے ساتھ اقتصادی آزادی کی نعمت سے بھی سرفراز ہوگیا!!

خواتین کی تعلیم

اپریل کے دوسرے ہفتے میں مرکزی نائب وزیر خارجہ شریمتی لکشمی مینن نے ایک گرلز سکول کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا:۔

"ہندوستان صرف اس وقت اصل معنوں میں ترقی کر سکتا ہے جبکہ ہندوستان کی عورتیں خواندہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوں"۔

آپ نے مزید کہا:۔

"لڑکیوں پر بہن۔ بیوی اور ماں ہونے کے علاوہ ملک کے قابل ترین شہری ہونے کی بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور یہ ذمہ داریاں لڑکیاں اُس وقت تک مکمل طور پر محسوس نہیں کر سکتیں جب تک کہ وہ خواندہ نہ ہوں گی"

(الجمعیتہ ۱۵/۴ ۱۳)

جہاں تک عورت کو تعلیم دینے کا سوال ہے موصوفہ نے درست کہا کہ نہ صرف ترقی یافتہ ملک کے ساتھ قدم ملانے بلکہ ملکی آزادی کا حق ادا کرنے کے لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے۔ کہ ہمارے ملک کی عورتوں میں کثرت سے علم کا رواج دیا جائے۔ اور ان کی علمی قابلیت بڑھانے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں۔ لیکن جس چیز کو محترمہ نے اپنے خیال میں ثانوی درجہ دیا ہے ہمارے نزدیک صنف نازک کے لئے وہ حسین ترین پہلو ہے۔ اور اگر غور کیا جائے۔ تو جس

طرح کسی عورت کو قابل ترین شہری بننے کے لئے علم کے زیور سے آراستہ ہونے کی ضرورت ہے۔ اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ بھارت کی بیٹی اچھی بہن ہو۔ اچھی بیوی بنے اور پھر اچھی ماں ثابت ہو۔ کیونکہ ملک کی نصف آبادی میں سے معدودے چند عورتوں کو ملک کی اختیاری خدمت کا موقعہ مل سکتا ہے۔ لیکن لاکھوں اور کروڑوں افراد جو اسکے قریبی اثرات سے متاثر ہوتے ہیں اُسے بہن بیوی اور ماں ہی کی پوزیشن میں دیکھتے ہیں۔ پس اگر عورت کو خواندہ بنا دیا جائے۔ اور اگر اسے اس رنگ میں اعلیٰ تعلیم دی جائے کہ جس سے وہ اپنے گھر میں اچھی بہن بن کر دکھائے جس سے اُس کے دوسرے بہن بھائی اچھا اثر لیں وہ بڑی ہو تو ایک سلیقہ شعار بیوی ثابت ہو جس سے اُسکے شوہر کی زندگی امن و سکون سے گذرے وہ ہر عسر یسر میں خاوند کے شانہ بشانہ زندگی کی گاڑی کو کھینچتی چلی جائے نتیجۃً اُس کی گود میں پلنے والے قوم کے نونہال اس کی چھاتیوں سے علم کا دودھ پی کر پروان چڑھیں گے۔ شائستگی اور تہذیب کا سبق ماں کے جوار عاطفت میں سیکھیں گے۔ اس طور سے دی گئی تربیت کے نتیجہ میں آپ دیکھیں گے کہ شہریت کی قابلیت کس طرح نکھر کر سامنے آتی ہے۔ پھر کسی بیرونی دباؤ کی ضرورت نہ ہوگی چنداں وعظ و نصیحت کی حاجت نہ رہے گی۔ بلکہ نہایت خوش آئند طبعی نتیجہ ترقی یافتہ نئی پود کے رنگ میں ظاہر ہوگا۔

پس عورتوں کو تعلیم دینے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ عورت کو اس کے فطرتی ماحول سے الگ نہ کیا جائے۔ بلکہ اسی خلقی دائرہ میں رہتے ہوئے اُسے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقعہ دیا جائے۔ بلکہ ہو سکے تو غیر فطرتی بد اثرات سے اُسے بچانے کی کوشش کی جائے۔ ان فطرتی حدوں کو توڑ کر جب بھی آزادی کی راہ دی جائے گی تو گو وقتی طور پر کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو جائے۔ جیسا کہ آجکل یورپین اقوام میں نظر آتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کمزور بنیادوں پر کسی پائیدار عمارت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ ان اقوام کا تجربہ ہمارے سامنے ہے [illegible]

ہمارے خیال میں عورت کی تعلیم کا سلسلہ یوں اُسے مختلف قسم کے مسائل سمجھانے کی بجائے اگر اس کے سپرد نرسنگ کا شعبہ دیا جائے یا ابتدائی تعلیم وغیرہ کا شعبہ اس کے حوالے کر دیا جائے۔ تو صنف نازک اپنی فطرتی اور صلاحیتوں کے نکھرنے اور نوع انسان کے لئے زیادہ کام آنے کا موجب بن سکتی ہے۔ پس کیا اچھا ہو کہ ملک...

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ ناظر دعوت و تبلیغ کی

دہلی اور اڑیسہ کو روانگی

قادیان مورخہ ۲۹/۴ اڑیسہ اور بہار کی احمدیہ جماعتوں کی طرف سے یہ خواہش ہوتی تھی کہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ انکے ہاں تشریف لے جائیں تاکہ انکا باعث برکت اور ازدیاد ایمان ہوں اور جماعتوں کے وہ افراد جو مقدس مرکز سے دور ہونے کی وجہ سے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے صاحبزادہ صاحب کی زیارت سے شرف اندوز نہیں ہو سکتے آپکی زیارت کر سکیں۔ نیز ان کی روحانی اور دینی اصلاح و تربیت ہو سکے چنانچہ ان جماعتوں کی خواہش کو پورا کرنے کیلئے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آج اڑیسہ کے لئے روانہ ہوگئے۔ احمدیہ چوک میں مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر مقامی اور بہت سے دوستوں نے دعاؤں کے ساتھ اپنے محبوب آقا کے فرزند ارجمند کو رخصت کیا۔ رستہ میں دو دن دہلی تک محترم صاحبزادہ صاحب دہلی ٹھہر کر [illegible] سہ پہر کو ... جناب وزیر اعظم صاحب سے ... ملاقات کر رہے ہیں۔

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو

اگر تم صحیح معنوں میں ذکر الٰہی کرو گے تو یقیناً اس کے نتیجہ میں کفر کو شکست ہو گی اور اسلام کو غلبہ حاصل ہوتا چلا جائے گا

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۱۱ر اپریل ۱۹۵۸ء بمقام ربوہ

سورہ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی:-

یاایھا الذین اٰمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون (انفال ع ۶)

اس کے بعد فرمایا:-

رمضان کے دن خاص طور پر

ذکر الٰہی کے دن

ہوتے ہیں لیکن دنیا میں عام طور پر جب ذکر الٰہی کرنیوالا ذکر کرتا ہے تو اسے پتہ نہیں لگتا کہ میرا ذکر صحیح تھا یا نہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو انسان یہ بھی نہیں سمجھتا کہ میں غلطی کر رہا ہوں۔ وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ نماز نہیں پڑھ رہا ہوتا۔ وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں بڑا ذکر کر رہا ہوں۔ حالانکہ وہ ذکر نہیں کر رہا ہوتا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے

ایک گر بتایا ہے

جس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ انسان سچا ذکر کر رہا ہے یا نہیں فرماتا ہے سچے ذکر کی علامت یہ ہے کہ لعلکم تفلحون تم جب بھی ذکر کثیر کرو گے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ دشمن کے مقابلہ میں تمہیں فتح ہو گی اور اس کو ذلت اور شکست نصیب ہو گی۔ کیونکہ اس سے پہلے اذا لقیتم فئۃ میں دشمن کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جب دشمن کے مقابلہ میں تم کھڑے ہو تو استقلال کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو۔ اس وقت

ہمارا سب سے بڑا دشمن

عیسائیت ہے جس کے ساتھ دہریت بھی مل گئی ہے اور احمدی جماعت کے سوا کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر رہا۔ آجکل تلوار کی لڑائی نہیں بلکہ آجکل مذہب ہی دجالیت اور وسوسہ اندازی کی جاتی ہے۔ اور تبلیغی ہتھیاروں سے ہمیں اس کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ پس فرماتا ہے اذا لقیتم فئۃ۔ اے مومنو جب تم کسی جماعت کے مقابلہ میں آجاؤ۔ جیسا کہ ہم اس وقت ایک جماعت کے مقابلہ میں آئے ہوئے ہیں یعنی عیسائیت اور دہریت کے مقابلہ میں تو فاثبتوا تم ثابت قدم رہو یہ نہ ہو کہ کچھ مدت کام کرنے کے بعد تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے۔ واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ پھر فرماتا ہے ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم تم تنازعہ مت کرو۔ ورنہ تمہاری طاقت کمزور ہو جائیگی دنیا میں بعض لوگ تنازعہ تو کرتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ ہم تنازعہ نہیں کرتے بلکہ ہم اپنا حق لے رہے ہیں جیسے قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ جب منافقوں کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم مومنوں کی طرح ایمان کیوں نہیں لاتے۔ تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ کیا ہم بھی سفہاء بن جائیں۔ یہ تو سفہاء ہیں جو ایمان لے آئے ہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ جب تنازعہ کرنے والے کو کہا جاتا ہے کہ تم تنازعہ نہ کرو۔ تو کہتا ہے میں تو اپنا حق مانگتا ہوں۔ میں تنازعہ تو نہیں کرتا۔ فرماتا ہے کہ ہم تمہیں ایک ایسا ثبوت دیتے ہیں جس سے تمہیں پتہ لگ جائیگا کہ کوئی حق مانگ رہا ہے یا نہیں۔ فرماتا ہے

تنازعہ کا نتیجہ

یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور قوم کا رعب جاتا رہتا ہے پس اگر تمہارے اختلاف کے نتیجہ میں تمہارے اندر بزدلی پیدا ہو۔ اور تم دشمن کے مقابلہ میں کوتاہی کرنے لگ جاؤ۔ تو سمجھ لو کہ تم اپنا حق نہیں مانگ رہے بلکہ تنازعہ کر رہے ہو۔ دیکھو جب خلافت سے متعلق جھگڑا پیدا ہوا تو مولوی محمد علی صاحب نے یہی کہا کہ ہم تو اپنا حق پیش کرتے ہیں مگر پھر خود ہی انہوں نے لکھا کہ اگر خلافت کا سوال میاں صاحب نہ اٹھاتے تو ہم ساری دنیا پر غالب آجاتے گویا انہوں نے تسلیم کر لیا کہ اسکے نتیجہ میں ان کی طاقت کمزور ہو گئی۔ اور یہی تنازعہ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ فرماتا ہے۔ فتفشلوا وتذھب ریحکم تنازعہ کے نتیجہ میں بزدلی پیدا ہو جاتی ہے اور دنیا میں جو رعب حاصل ہوتا ہے وہ جاتا رہتا ہے۔ پس اگر تمہارے اختلاف کے نتیجہ میں رعب بڑھ جائے۔ تو پھر تو سمجھ لو۔ کہ تم نے کوئی اختلاف نہیں کیا۔ لیکن اگر رعب کم ہو جائے تو سمجھ لو۔ کہ تم نے اختلاف کیا تھا۔ اور یہ جو تم کہہ رہے ہو کہ ہم اختلاف نہیں کر رہے بلکہ حق مانگ رہے ہیں جھوٹ ہے۔ دیکھو سچے مومن کی علامت یہی ہوتی ہے کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر پوری قوت کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ جب حضرت معاویہ رضؓ حضرت علیؓ کے خلاف لڑ رہے تھے۔ تو انہیں پتہ لگا کہ روم کا بادشاہ حملہ کر کے عرب میں داخل ہونا چاہتا ہے چونکہ مسلمانوں نے اس کے لشکر کو جنگ میں شکست دی تھی۔ اسلئے اس نے ان کی باہمی خانہ جنگی کو دیکھتے ہوئے چاہا کہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھائے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ جب اس نے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا تو اس کے دربار کا ایک پادری کھڑا ہو گیا اور اسنے کہا حضور ان مسلمانوں کے اختلاف کی طرف نہ جائیے یہ آپکے حملہ کی خبر سنکر اکٹھے ہو جائینگے پھر کہنے لگا اچھا میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں کچھ کتے منگوائیے اور انہیں چند دن بھوکا رکھ کر انکے آگے گوشت ڈالئے۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ جب انکے آگے گوشت ڈالا گیا۔ تو وہ آپس میں لڑنے لگ گئے۔ اس پر پادری نے کہا اب ایک شیر ان پر چھوڑ دیجئے۔ جب شیر آیا تو وہ کتے اپنی لڑائی چھوڑ کر اس پر جھپٹ پڑے۔ اور اسے بھگا دیا۔ وہ پادری چونکہ اسلام کا دشمن تھا۔ اس لئے اس نے مسلمانوں کو کتوں سے تشبیہہ دی۔ مگر بہرحال اس نے کہا کہ آپ ان کے اختلافات کی طرف نہ جائیں۔ بے شک یہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ لیکن جب ان پر کوئی باہر سے حملہ آور ہوا۔ تو وہ سب متحد ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب

حضرت معاویہ رضؓ

کو اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے اسے کہلا بھیجا۔ کہ گو میں حضرت علی رضؓ سے لڑ رہا ہوں لیکن اگر تم حملہ آور ہوئے تو سب سے پہلا جرنیل جو علیؓ کی طرف سے تلوار لیکر تمہارے مقابلہ میں نکلے گا وہ میں ہوں گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ڈر گیا۔ اور اس نے حملہ کا ارادہ ترک کر دیا۔ تو تنازع اور اختلاف کی یہی علامت ہوا کرتی ہے۔ کہ اسکے نتیجہ میں قوم میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا رعب جاتا رہتا ہے۔ لیکن اگر تنازع حقیقی نہ ہو۔ بلکہ واقعہ میں کوئی انسان اپنا حق لینے کے لئے جھگڑ رہا ہو۔ تو اس کے نتیجہ میں بزدلی پیدا نہیں ہوتی اور نہ قوم کا رعب دنیا سے مٹتا ہے۔ بلکہ ایسا

انسان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے

جس کی طرف لعلکم تفلحون کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔ ایسے شخص کو یہ کبھی نہیں کہنا پڑتا کہ اگر یہ خلیفہ ہمارا مقابلہ نہ کرتا تو ہم ساری دنیا پر غالب آجاتے۔ گویا دوسرے الفاظ میں مولوی محمد علی صاحب نے اپنے متعلق اقرار کر لیا کہ وہ غالب نہیں آسکتے۔ اس کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم کمزور ہونیکے باوجود کامیاب ہو رہے ہیں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہمارے ذریعہ سے اسلام کا نام پھیل رہا ہے۔

پس یہ رمضان کے دن ذکر الٰہی کے دن ہیں۔

ان دنوں سے فائدہ اٹھاؤ

اور سمجھ لو کہ اگر ذکر الٰہی کے نتیجہ میں تمہیں یہ دکھائی دے کہ اسلام کو غلبہ حاصل ہو رہا ہے۔ تو تمہارا ذکر صحیح تھا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم ذکر کثیر کرو گے تو تم ضرور کامیاب ہو گے۔ لیکن اگر تمہاری کوشش اور ذکر الٰہی کے باوجود اور تمہارے روزوں کے باوجود جن کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ قریب آجاتا ہے۔ یہ نتیجہ نکلے کہ تمہیں کامیابی حاصل نہ ہو۔ اور دشمن بڑھتا چلا جائے تو اس کے معنے یہ ہونگے کہ تمہارے روزے بھی جھوٹے تھے۔ تمہارا ذکر بھی جھوٹا تھا۔ اور تمہارا اتحاد بھی جھوٹا تھا۔ ورنہ اگر

تقویٰ کے ساتھ روزہ رکھا جائے

اور صحیح طور پر ذکر الٰہی کیا جائے اور کوشش یہ کی جائے کہ ہماے اندر لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ تو یقیناً اس کے نتیجہ میں بہادری اور جرأت پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک ایک ہزار دشمن کے مقابلہ میں ایک ایک مسلمان نکل کھڑا ہوتا ہے۔ دیکھو مسلمانوں کے مختلف ادوار میں ایسے ایسے نوجوان اسلام کی خدمت کے لئے نکلے ہیں جن کو آجکل ہم کھیل کود کے زمانہ والے کہتے ہیں۔ لیکن انہوں نے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کیں۔ جب محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا۔ تو اس کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی۔ اور اپنے ساتھ جو لشکر لایا۔ وہ جلدی ہی ختم ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس وقت مسلمان سپین اور سسلی وغیرہ میں بھی لڑ رہے تھے اور خزانہ بالکل خالی تھا۔ سنتے ہیں پہلے اس کی اپنی ماں اور بیوی نے اپنے زیور بیچ کر سواریاں مہیا کیں۔ اور پھر بادشاہ نے اپنے کچھ زیورات بیچ دیئے ولید بن عبد الملک ایک بہت نیک بادشاہ تھا۔ اس نے بڑی قربانی کی اور

محمد بن قاسم کو

سندھ کی طرف بھیج دیا اور اس نے دو ماہ کے اندر اندر ملتان تک کا سارا علاقہ فتح کر لیا لیکن اسکے بعد جیسا کہ پہلے زمانہ میں ایک بدی پیدا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے سلیمان بن عبد الملک ایک خبیث بادشاہ تخت نشین ہوا۔ اور اس نے اپنی ایک ذاتی عداوت کی بناء پر محمد بن قاسم کو میدان جنگ سے بلایا جب اس نے محمد بن قاسم کو واپس بلایا تو وہ نو مسلم جو محمد بن قاسم کی وجہ سے اسلام لائے تھے اکٹھے ہو گئے۔ اور انہوں نے کہا۔ وہ تمہارا خلیفہ ہوگا۔ ہمارا نہیں ہمارا تو بادشاہ ہے اور ہم لاکھوں آدمی لے کر اس پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے جب تک وہاں سے یہ اطلاع نہ آجائے کہ بادشاہ کے ارادے بد نہیں ہیں۔ آپ وہاں نہ جائیں۔ لیکن محمد بن قاسم جو ایک جوشیلا نوجوان تھا۔ اس نے کہا۔ اے میرے دوستو! تم مجھے میرے ایمان سے نہ ورغلاؤ۔

ہمارا ایمان یہ ہے

کہ خلیفہ کی اطاعت کی جائے اور تم کہتے ہو کہ وہاں نہ جاؤ مگر یہ بھی کہتے ہو کہ ہم لشکر لیکر اس پر حملہ کر دینگے۔ تمہارے لشکر چاہے مصر تک بھی فتح کر کے ٹیونس میں داخل ہو جائیں میں خدا تعالیٰ کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ تمہارے لشکر مجھے دنیا کا بادشاہ بنا سکتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے سامنے میری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ جس کو ہم نے خلیفہ تسلیم کر لیا اور بادشاہ مان لیا وہ لائق ہو یا نالائق ہمیں مگر ہم نے تو اسے مان لیا ہے۔ اسکی لیاقت یا نالائقی اسکی ذاتی چیز ہے۔ بہرحال جب وہ تسلیم شدہ قانون کے ماتحت ہمارا حاکم بن گیا۔ تو میں اگر اسے چھوڑ دوں گا تو تم قیامت کے دن مجھے نہیں بچا سکتے۔ تمہارے پاس بیشک دو لاکھ کا لشکر ہے۔ اور کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے سارے کے سارے اسی بات پر تلے ہوئے ہیں کہ ہم شام پر جا کر حملہ کر دیں گے اور بادشاہ کو سزا دینگے جس نے تمہارے جیسے آدمی کو جس نے ہم تک اسلام پہنچایا اور

اسلام کو سندھ میں لا کر داخل کیا

عین فتح کے وقت واپس بلا لیا لیکن میں اس کا حکم ماننے سے انکار نہیں کر سکتا۔ جب وہ واپس چلا تو اس وقت سندھیوں کی زبان سے یہ الفاظ نکلے جو اپنے اندر ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتے تھے۔ کہ جس وقت سندھ میں اسلام کا سورج طلوع ہونے لگا تھا۔ اسی وقت اس کے غروب ہونیکا وقت آ گیا۔ چنانچہ جب محمد بن قاسم وہاں پہنچا تو سلیمان بن عبدالملک نے اپنے ایک درباری کو حکم دیا کہ وہ محمد بن قاسم کو قتل کر دے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک بڑے نیک آدمی تھے۔ انہوں نے سلیمان بن عبدالملک کو پوچھا کیا تم نے واقعی حکم دے دیا ہے کہ محمد بن قاسم کو مار دو۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ میں یہ حکم بھیج چکا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ اس حکم کو منسوخ کر دو۔ اور دوبارہ حکم بھیجو کہ اس کو نہ مارا جائے۔ اس نے کہا۔ میں لکھ تو دیتا ہوں۔ مگر یہ پیغام وہاں پہنچے گا کیسے۔ ان کا ایک دوست تھا اس نے کہا جس طرح ہو گا میں یہ پیغام وہاں پہنچاؤں گا۔ میں سندھ سے بھاگا ہوا آیا ہوں اور وہاں پہنچا ہوں اور یہاں پہنچنے سے پہلے مدینہ گیا تھا

وہاں سے دمشق آیا ہوں

رستہ میں میں نے کہیں آرام نہیں کیا۔ سوائے اس کے کہ کہیں سواری پر ہی بیٹھے بیٹھے میں سو گیا ہوں اور بہت تھکا ہوا ہوں۔ لیکن میں پھر بھی جاؤں گا اور جا کر یہ حکم اس درباری کو پہنچاؤں گا۔ لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک جنازہ پڑا ہوا ہے۔ جب اس نے دریافت کیا کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ تو وہی فقرہ جو اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی کے طور پر سندھیوں کے منہ سے نکلوایا تھا کہ اسلام کا سورج سندھ میں طلوع ہوتے ہی غروب ہو گیا۔ وہی ان لوگوں کی زبان سے نکلا جو جنازہ کے پاس کھڑے تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ اسلامی فتوحات کا سورج عین ظہر کے وقت غروب ہو گیا۔ یہ محمد بن قاسم کی لاش پڑی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں ہر زمانہ میں ایسے آدمی پیدا کرتا رہا ہے جنہوں نے اسلام کیلئے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا اور آئندہ بھی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس سلسلہ کو جاری رکھے گا۔

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے تو ایک شخص نے جو بہت مخلص احمدی تھے

اُس وقت یہ شبہ ظاہر کیا

کہ ابھی تو بہت سی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پا گئے ہیں۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے آپ کے سرہانے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا کہ یا اللہ اگر ساری دنیا بھی انہیں چھوڑ دے تو میں انہیں نہیں چھوڑونگا اور میں اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک نہ ساری دنیا کو احمدیت میں داخل نہ کر لوں۔ یہ الفاظ اگرچہ اس وقت محمد بن قاسم کی عمر کے ایک بچہ نے کہے تھے کیونکہ میری عمر اس وقت ۱۸ - ۱۹ سال کی تھی۔ لیکن پھر بھی خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اس عہد کو عملاً پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس وقت سے اس وقت تک ہزاروں نہیں لاکھوں آدمی میرے ذریعہ سے احمدیت میں مضبوط ہوئے۔ اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔ اور اب تو کئی غیر ممالک میں بھی ہماری جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے

کہ یہ سلسلہ جاری رہے اور اسلام کی روشنی ساری دنیا میں پہنچ جائے۔ فرداً فرداً تو ایسی قربانی کرنے والے لوگ ہماری جماعت میں اب بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں ایک مخلص عورت رہتی تھی وہ بیچاری بیمار ہو گئی۔ تو باہر اپنے رشتہ داروں کے پاس چلی گئی اور وہاں جا کر فوت ہو گئی۔ اس کے غیر احمدی رشتہ داروں نے اسے وہیں غیر احمدیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔ لیکن ایک احمدی کو پتہ لگا۔ تو سارے گاؤں کی مخالفت کے باوجود اس نے قبر کھدوائی اور اس کی لاش لیتے ہوئے ربوہ پہنچا دی۔ یہ بھی ایسی ہی جرأت کا کام تھا جیسے محمد بن قاسم نے کیا اس نے یہ پسند نہ کیا کہ

ایک احمدی عورت

جو ربوہ میں دفن ہونا چاہتی تھی۔ وہ کسی اور جگہ دفن ہو۔ اسی طرح پچھلے سال افریقہ سے ایک دوست کی لاش آئی تھی۔ وہ پرانے احمدی تھے۔ جو وہاں فوت ہو گئے۔ غیر احمدیوں نے انہیں اپنے مقبرہ میں دفن نہ ہونے دیا مخالفت بہت تھی۔ آخر گورنمنٹ نے کچھ زمین دی اور وہاں انہیں دفن کر دیا۔ مگر ان کی بیوی نے کہا کہ میں انہیں یہاں دفن نہیں رہنے دونگی۔ بلکہ ربوہ پہنچاؤں گی۔ چنانچہ وہ اپنے خاوند کی لاش وہاں سے ربوہ لے آئی۔ اور یہاں دفن کیا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے اندر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے جوشیلے لوگ موجود ہیں جو نہ روپیہ کی پرواہ کرتے ہیں نہ سفر کی پرواہ کرتے ہیں نہ جان کی پرواہ کرتے ہیں نہ عزت کی پرواہ کرتے ہیں نہ آبرو کی پرواہ کرتے ہیں بلکہ ہر طرح دین کی خدمت کرتے اور اس کا جھنڈا اونچا رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ جب تک رہیں گے اور خدا کرے کہ قیامت تک رہیں

احمدیت کا سر اونچا رکھینگے

اور ان کے ہوتے ہوئے کوئی شخص احمدیت کی طرف بری نگاہ سے نہیں دیکھ سکے گا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ زمانہ آ جائے گا جب دنیا میں چاروں طرف احمدیت ہی احمدیت ہوگی بیشک وہ زمانہ بظاہر دور نظر آتا ہے۔ لیکن کئی کام ہوتے ہیں جو انسان کی نظروں میں تو عجیب ہوتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں عجیب نہیں ہوتے۔

خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے

کہ دنیا خواہ کتنی مخالفت کرے۔ اور خواہ کتنی روکیں پیدا کرے۔ وہ ہر روک کے مقابلہ میں کسی بظاہر بچہ نظر آنیوالے وجود کو کھڑا کر دیگا اور خدا تعالیٰ کے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کی مدد کریں گے۔ اور وہ غالب آ جائیگا۔ اس کی نالائقی اور اس کی جہالت اور اس کی ناتجربہ کاری اور اس کا بچہ ہونا سب غائب ہو جائیگا۔ اور اس کا بانکپن اور اس کی عزت غالب آ جائیں گے۔ نہ اسکی ناتجربہ کاری روک بنے گی نہ اس کا جاہل ہونا روک بنے گا بلکہ اس کا ایمان اور اس کی غیرت ان سب چیزوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گی۔ اور فتح کا جھنڈا اسکے ہاتھ میں دیدے گی۔ پس اپنے ایمانوں کو بڑھاؤ اپنے نفس سے دور کرو اور ذکر الٰہی کی کثرت کرو۔

ذکر الٰہی کی کثرت کا ایک طریق

قرآن کریم کا پڑھنا بھی ہے۔ مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایک دفعہ ایک دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس سے آئے۔ مجھے شبہ پڑتا ہے کہ وہ مولوی فضل دین صاحب تھے۔ یا ممکن ہے کوئی اور دوست ہوں اور کہنے لگے حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی اڑھائی ہزار دفعہ قرآن کریم پڑھا ہے یہ کس طرح ہو سکتا ہے میں نے کہا۔ ہو تو سکتا ہے۔ جس کے دل میں عشق ہو وہ اتنی دفعہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہے۔ کہنے لگے مجھے تو سمجھ نہیں آتا۔ میں نے کہا مجھے تو یہ عجیب معلوم نہیں ہوتا۔ اگر انسان کے اندر بار بار تلاوت کی عادت پائی جاتی ہو۔ اور اسے چالیس پچاس سال کی زندگی مل جائے تو وہ ہزاروں دفعہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہے۔ غالباً حضرت صاحب نے احتیاطاً ایسا کہہ دیا ہو گا تاکہ جھوٹ نہ بن جائے ورنہ اگر ایک شخص کو بیس سال بھی کام کرنے کا موقعہ ملے تو

۲۰ سال کے معنے یہ ہیں

کہ ۷۳۰۰ دن ہوئے اور ایک دن میں انسان دس پندرہ بلکہ بیس سیپارے بھی اگر پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص پندرہ سیپارے روزانہ پڑھے تو وہ بیس سال میں تین ہزار چھ سو پچاس دفعہ قرآن کریم پڑھ سکتا ہے۔ اور حضرت صاحب نے تو اڑھائی ہزار دفعہ کہا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ ورنہ حضرت صاحب نے تو اس سے بھی زیادہ پڑھا ہو گا یا ممکن ہے حضرت صاحب نے پڑھنے سے مراد غور سے پڑھنا لیا ہو۔ قرآن کریم کے ذکر میں

مجھے یاد آیا

کہ تفسیر صغیر ہم نے بڑی محنت سے لکھی تھی لیکن کئی باتیں اس میں پھر بھی رہ گئی ہیں۔ مثلاً ایک بات تو یہ ہے کہ ضمیمہ میں جتنے نوٹ ہیں۔ وہ سب سورہ حج کے بعد ہیں۔ حالانکہ پہلے بھی اور کئی نوٹوں کی ضرورت تھی۔ میں نے تلاوت کے وقت کئی آیات نکلوا کر دیکھی ہیں۔ جن پر کوئی نوٹ نہیں آیا مثلاً سورہ کہف میں آتا ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام اپنے معراج میں خدا تعالیٰ کے ایک برگزیدہ بندہ کے ساتھ جب ایک گاؤں میں گئے۔ تو انہوں نے کھانا مانگا۔ مگر گاؤں والوں نے انہیں اپنا مہمان بنانے سے انکار کر دیا پھر انہوں نے اس بستی میں ایک ایسی دیوار پائی۔ جو گرنے کو تھی۔ اس پر برگزیدہ بندے نے اسے درست کر دیا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کریم میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ فوجدا فیھا جدارا یرید ان ینقض اس آیت کا

لفظی ترجمہ تو یہ ہے

کہ ان دونوں نے اس بستی میں ایک ایسی دیوار پائی جو گرنے کا ارادہ کر رہی تھی۔ لیکن ہم نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ انہوں نے اس بستی میں ایک ایسی دیوار پائی جو گرنے کو تھی۔ کیونکہ عربی زبان میں ارادہ کا لفظ صرف دماغی ارادہ کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی چیز کے لئے بھی اس لفظ کا استعمال کر لیا جاتا ہے۔ جس پر عنقریب زمانہ میں وہ حالت آنے والی ہو۔

لیکن سوال تو یہ ہے کہ دوسرا شخص ہمارے اس ترجمہ کو کب تسلیم کر سکتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت تھی۔ کہ جہاں جہاں پہلی کتابوں سے حوالے مل سکتے وہاں وہ حوالے دے دیئے جاتے اور اس کے متعلق ایک اعلیٰ درجہ کا حوالہ موجود تھا۔ چنانچہ ابو منصور ثعلبی جو لغت کے مشہور امام ہیں انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام فقہ اللغۃ ہے اس میں عربی زبان کی باریکیاں بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب میں مصنف نے خاص طور پر یریدان ینقض پر بحث کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ ایک دفعہ کچھ لوگ خاندان عباسیہ کے ایک وزیر ابو العباس احمد بن حسین کے دربار میں بیٹھے اس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے کہ ابو خاس نے جو ایک مشہور ادیب تھا اور دل سے اسلام کا منکر تھا۔ اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ کیا کسی عرب نے کسی عقل نہ رکھنے والی چیز کے بارہ میں بھی کچھ کہا ہے کہ اس نے

ارادہ کیا۔ میں نے کہا۔ عرب بعض دفعہ ایک غیر ذی روح چیز کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ اس نے یوں کہا۔ جیسے مثال مشہور ہے کہ

امتلا الحوض فقال قطنی

یعنی حوض بھر گیا۔ اور اس نے کہا بس بس حالانکہ حوض بولتا نہیں۔ اس نے کہا۔ میں قول کا ذکر نہیں کرتا تم یہ بتا دو کہ کیا عقل نہ رکھنے والی اشیاء کی نسبت کبھی ارادہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کی غرض یہ تھی کہ آیت یرید اَنْ ینقض پر اعتراض کرے کہ کیا کبھی دیوار بھی گرنے کا ارادہ کیا کرتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے میری مدد کی اور عرب شاعر الراعی کا یہ شعر میرے ذہن میں آ گیا جو میں نے اس کے سامنے پڑھا کہ

فی مهمه قلقت به هاماتها
قلق الفئوس اذا اردن نصولا

یعنی ایک جنگل میں اس قوم کی کھوپڑیاں اس طرح ٹوٹی تھیں جس طرح کلہاڑا

جب چلنے کا ارادہ کرتا ہے

(لکڑیوں کو) کاٹتا چلا جاتا ہے۔ میں نے کہا اس جگہ کلہاڑے کی طرف چلنے کا ارادہ منسوب کیا گیا ہے کیا اس میں ارادہ ہوتا ہے؟ یہ شعر پڑھنا تھا کہ اس کا منہ بند ہو گیا۔ اور وہ سخت شرمندہ ہوا۔

اسی طرح وہ ابو محمد یزیدی کا واقعہ لکھتے ہیں۔ کہ میں اور مشہور نحوی کسائی عباس بن حسن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ان کا ایک نوکر آیا اور کہنے لگا کہ حضور میں فلاں شخص کے پاس سے آیا ہوں هو يريد أن يموت کہ وہ تو مرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اس پر ہم سب ہنس پڑے کہ کیا کوئی مرنے کا بھی ارادہ کیا کرتا ہے۔ عباس بن حسن نے کہا تم کس بات پر ہنسے ہو کیا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں نہیں فرمایا کہ

فوجدا فيها جدارا
يريد أن ينقض

اس پر ہم سمجھ گئے کہ "اراد" کا لفظ کبھی قرب وقوع پر دلالت کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(فقہ اللغۃ صفحہ ۳۲۸)

لیکن میں نے جب اس آیت کو دیکھا تو اس پر کوئی نوٹ درج نہیں تھا اگر وہاں اس آیت کے نیچے فقہ اللغۃ کا حوالہ دے دیا جاتا تو اعتراض کرنے والے کا منہ بند ہو جاتا اور وہ سمجھ لیتا کہ جو ترجمہ ہم نے کیا ہے وہی درست ہے۔ اور علمائے لغت نے اس کی تصدیق کی ہے۔

اسی طرح میں نے

چار پانچ اور آیات نکلوائیں

تو ان میں سے بھی کسی پر کوئی نوٹ نہ تھا۔ حالانکہ میرے نوٹ موجود تھے۔ میں نے اپنا قرآن کریم چار حصوں میں جلد کروایا ہوا تھا۔ اور میری عادت تھی کہ میں جب قرآن کریم پڑھتا تو اس کے حاشیہ پر تشریح کر دیتا۔ جب ہم حمامہ میں تفسیر صغیر لکھ رہے تھے۔ تو ایک آیت کی کہیں تشریح نہیں ملتی تھی۔ آخر میں نے کہا میرا قرآن کریم نکالو۔ جب نکالا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں اس آیت کی تشریح موجود تھی جس سے وہ تمام آیت حل ہو گئی۔ پس میرے اس قرآن میں یہ سارے حوالے موجود ہیں۔ کیونکہ میری عادت تھی کہ میں کتابیں پڑھتا تو

قرآن پہ نوٹ

لکھ دیا کرتا۔ اس لئے کوئی مشکل نہیں تھی۔ اول تو ممکن ہے میں نے یہ بات کسی خطبہ میں بھی بیان کر دی ہو۔ لیکن خطبوں میں تلاش کرنا تو مشکل ہوتا ہے میرا قرآن کریم ہی دیکھ لیا جاتا۔ تو یہ نوٹ آ جاتا۔ یہ قرآن کریم مولوی یعقوب صاحب کے پاس ہے اور مولوی نور الحق صاحب بھی ان کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اس قرآن سے یہ سب حوالے دیکھے جا سکتے تھے۔

بہرحال ہمیں ضرورت ہے۔ کہ ہم قرآن کریم کی ایسے مفید طور پر اشاعت کریں۔ کہ دشمن کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ غیر احمدی اس کی بڑی تعریف کرتے ہیں۔ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اعتراض نہیں سوجھتا۔ اعتراض ہم کو سوجھتا ہے اور جواب بھی ہم ہی دیتے ہیں۔ پس صرف ان کی تعریف پر ہمیں خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ

ان کی تعریف بالکل ایسی ہی ہے

جیسے کہتے ہیں۔ کہ کسی گاؤں میں ایک ہاتھی آیا۔ تو لوگ اس کو دیکھنے کے لئے دوڑ پڑے۔ ایک اندھے نے دوسرے سے کہا کہ تم مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ اس نے کہا تجھے کیا نظر آئے گا۔ وہ کہنے لگا چاہے مجھے کچھ نظر نہ آئے مجھے لے چلو میں ہاتھ لگا کر ہی دیکھ لوں گا۔ جب واپس آئے۔ تو لوگوں نے آپس میں گفتگو شروع کر دی۔ کہ ہاتھی کیسا ہوتا ہے۔ اس اندھے نے ان کی باتیں سن کر کہا یہ سب جھوٹ ہے۔ اس نے ہاتھی کے سونڈ اور ٹانگوں پر ہاتھ لگایا تھا اور پھر پیٹ پر بھی ہاتھ پھیرا تھا۔ وہ کہنے لگا۔ وہ تو ایک موٹی سی چیز ہوتی ہے جو چار ستونوں پہ رکھی ہوئی ہوتی ہے اور ایک پانچواں ستون اور ہوتا ہے جو اس کے آگے ہوتا ہے۔ یہی حال غیروں کی تعریف کا ہے۔ انہوں نے نہ قرآن کریم پر کبھی غور کیا اور نہ

دشمن کے اعتراضات

کا انہیں علم ہے۔ پس ہمیں اس پر خوش نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمیں ان کے ہاتھ میں قرآن کریم مکمل صورت میں دینا چاہیئے۔ تا انہیں پتہ لگے کہ یہ معنے صرف احمدیوں کے ہی نہیں بلکہ ہمارے گذشتہ بزرگ بھی انہی معنوں کی تصدیق کرتے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھ لو وفات مسیح کا مسئلہ کیسا واضح ہے۔ لیکن غیر احمدی اب تک ہمارے معنوں کی مخالفت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک واضح بات ہے کہ اگر کوئی کہے کہ توفی فلان تو اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ وہ شخص مر گیا ہے گورنمنٹ کے کاغذات میں بھی لکھا ہوتا ہے کہ یہ فلاں متوفی کا بیٹا ہے۔ اور کوئی نہیں کہتا کہ وہ آسمان پر بیٹھا ہوا ہے۔ پس جن لوگوں نے ساٹھ ستر سال میں بھی ہمارے ایک لفظ کے معنے کو تسلیم نہیں کیا وہ ایک دن میں ہمارے تمام قرآن کے معنوں کو کب تسلیم کریں گے۔ بہرحال تمام قرآن مجید دوسروں تک پہنچانا اور ان کو سمجھا دینا بہت مشکل امر ہے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں۔ کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ کہ قرآن کریم آسمان پر چلا جائے گا۔ صرف اس کا خط باقی رہ جائے گا۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ قرآن کریم کے معنے زمین سے اٹھ جائیں گے اور صرف تحریر باقی رہ جائے گی تو تم کس طرح خیال کرتے ہو کہ تمہارے کئے ہوئے معنے فوراً مان لئے جائیں گے۔ اس کے لئے تو خدا تعالےٰ کی نصرت اور فضل اور بڑے جہاد کی ضرورت ہے۔ اس جہاد کے بعد کہیں وہ معنے قائم ہوں گے۔ اگر ایک دن میں سب تسلیم ہو جائیں۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی جھوٹی نکلتی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جب

قرآن کریم کے مطالب

زمین سے اٹھ جائیں گے۔ پس ان معانی کو قائم کرنے کے لئے بہت بڑے جہاد کی ضرورت ہے۔ وفات مسیح سے ہزاروں گنا زیادہ جہاد کی ضرورت ہے۔ جو لفظ توفی کے لئے کیا گیا۔ کیونکہ وہ ایک لفظ تھا۔ اور یہ سارا قرآن ہے۔ جس میں کوئی ستر ہزار الفاظ ہوں گے۔ اگر ایک لفظ پہ اتنی لمبی مدت صرف ہوئی ہے۔ تو سارے قرآن کریم کے لئے تو صدیاں درکار ہوں گی۔ لیکن اگر اللہ تعالےٰ کا فضل ہو اور وہ چاہے تو دوسروں کو جلدی بھی سمجھ دے سکتا ہے۔

(الفضل ۲۵/۴/۵۸)

ادائیگی زکوٰۃ اور احباب جماعت کا فرض

نماز کے بعد اسلام کی دوسری عملی عبادت زکوٰۃ ہے جس کے معنے مال کو پاک کرنے اور بڑھانے کے ہیں۔ زکوٰۃ کی بڑی غرض یہ ہے کہ ایک طرف امیروں کے مال میں سے غریبوں کا حق نکال کر اسے پاک کیا جائے اور دوسری طرف غریبوں اور بے سہارا لوگوں کی امداد کا سامان مہیا کر کے قوم کے مقام کو بلند کیا جائے۔ اور اس کے افراد کو اوپر اٹھایا جائے۔ زکوٰۃ کی شرح ہر صاحب نصاب شخص پر ۲½ فی صدی سالانہ کے حساب سے فرض قرار دی گئی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے والا اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی ضرور قابل مواخذہ ہے جس طرح کہ تارک نماز

بعض لوگ غلط فہمی سے دیگر جماعتی چندوں کو زکوٰۃ کا قائم مقام سمجھتے ہوئے اس کی ادائیگی سے غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ کوئی اور چندہ زکوٰۃ کا بدل نہیں سمجھا جا سکتا اگر ہمارے احمدی احباب اور ہماری بہنیں اپنا محاسبہ کریں اور زکوٰۃ کے متعلق اپنی ذمہ داری کا صحیح احساس رکھتے ہوئے جائزہ لیں تو اکثر گھرانوں سے خدا کے فضل سے کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ احباب جماعت اور ہماری بہنیں اس جانب توجہ کر کے اس اہم فرض کی طرف متوجہ ہوں چند ماہ سے اس مد میں آمد کی رفتار بہت سست اور غیر تسلی بخش ہے اور یہی آمد کے باعث ہی ایک ضروری اخراجات کے ہوتے ہیں امید ہے دوست اس فرض کی ادائیگی کی طرف فوری توجہ فرما دیں گے۔ ناظر بیت المال قادیان

جماعت احمدیہ اور جناب صوفی نذیر احمد صاحب کشمیری

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی)

(۲)

گزشتہ اشاعت میں مطاعن اقبال کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے مقام اقبال پر مدلل بحث کی جا چکی ہے۔ اور اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ اگر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے انگریزی حکومت سے اظہار وفاداری کیا تو وہ عین قرآنی تعلیم کے مطابق تھا۔ مگر ساتھ ہی آپ نے نہایت تحدی سے انگریز حکمرانوں کو یاجوج اور پادریوں کو دجال اور عیسائیت کو دجل قرار دیا جس سے اس قسم کے اعتراضات کی کچھ حقیقت باقی نہیں رہتی اس ضمن میں بقیہ بحث ذیل میں ملاحظہ ہو:۔

حالات زمانہ

صوفی صاحب کو چاہیئے کہ پہلے اس زمانے کے حالات پر ایک نظر ڈالیں اور پھر کوئی تیر اپنے "ترکش" سے نکالیں۔

جنگ پلاسی سے یہی سمجھا جا رہا تھا۔ کہ ہندوستان میں انگریزوں کی حیثیت محض ایک تاجر کی ہے۔ اس وقت تک وہ ہندوستانی لباس پہن لیتے۔ ملکی و قومی تقریبوں میں شرکت کرتے اور مشاعروں میں شامل ہوتے تھے۔ لیکن جب ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ کو انگریزوں کے ہاتھوں شکست ہوئی اور بنگال کی دیوانی بھی انگریزوں کے ہاتھ آ گئی۔ تو اب ان کے ارادے بدل گئے۔ اگر وہ پہلے ہندوستان کو اپنی معاشی و اقتصادی چراگاہ سمجھتے تھے تو اب اسے اپنا مذہبی و دینی گلستان سمجھنے لگے۔ انہیں ہندوستان میں یسوع مسیح کا درخت زیتون بار آور نظر آنے لگا اور عیسائیت کو مستقل مشاندار دکھائی دینے لگا غالباً سب سے پہلے سری رام پور بنگال میں عیسائیوں نے تبلیغی ادارہ قائم کیا اور انجیل و مسیحی کتب کے اردو ترجمے مفت تقسیم کئے جانے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ ایسے ہی ادارے شمالی و جنوبی ہندوستان میں بھی قائم کئے گئے اور پنجاب و جنوب میں تو انہیں حیرت انگیز کامیابی بھی ہونے لگی۔

انگریز حکمرانوں کی عیسائیت پرستی

یہ تو پادریوں کی کوشش تھی۔ لیکن انگریز سیاست دان اور حکمران کیا منصوبہ باندھے بیٹھے تھے۔ وہ اس واقعہ سے معلوم ہوگا۔ ۱۸۶۲ء میں انگلستان کے وزیر اعظم "لارڈ پارسٹن" اور وزیر ہند "سر چارلس" کی خدمت میں عیسائیوں کا ایک وفد پیش ہوا تو وزیر اعظم نے اس موقعہ پر فرمایا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک ممکن ہو فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں

ایک مرتبہ کلکتہ سے سرکاری ملازموں کے نام ایک سرکلر بھی جاری کیا گیا تھا۔ اور اس میں ملازموں کو بنام عیسائیت کی دعوت دی گئی تھی۔ سر سید احمد خاں نے اپنی تاریخی تصنیف "اسباب بغاوت ہند" میں بالکل درست لکھا ہے کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کی ایک وجہ عیسائی پادریوں کی ریشہ دوانی اور انگریز حکمرانوں کی مذہب نواز پالیسی بھی تھی۔

انگریزی ارباب حکومت

پادریوں کی وسوسہ اندازی و سیہ کاری سے تو سبھی واقف ہیں۔ لیکن اس زمانے کے اہل نظر مسلمان یہ بھی کہتے تھے۔ کہ انگریزی تعلیم و تہذیب بھی مسلمانوں کو عیسائی بنا رہی ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کتنا درست کہا

یوں قتل سے اولاد کے بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

غرض اس وقت مسلمانوں پر عیسائی دو دھاری تلوار سے حملہ کر رہے تھے یعنی مسیح کی تحریک اور تعلیم و تہذیب کا سبز باغ۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان حالات میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیئے تھا ۱۸۵۷ء کا غدر ناکام ہو چکا تھا ایک نئی حکومت قائم ہو چکی تھی اس وقت مسلمانوں کی جو مادی، اخلاقی اور روحانی حالت تھی اگر آپ اسے دیکھنا چاہیں تو الطاف حسین حالی نے اپنی مسدس میں بیان کر دیا ہے۔

اسلامی ادارے

اب ہم اس عہد کے اسلامیان ہند کی تاریخ دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس حوصلہ شکن دور میں مسلمانوں کی تعلیم۔ اصلاح اور نشاۃ ثانیہ کے لئے تین ادارے قائم ہوئے دار العلوم دیوبند۔ مسلم کالج علیگڑھ اور جماعت احمدیہ قادیان۔ ہر ادارے کی اپنی اپنی پالیسی تھی۔ مگر سبھوں کے مقصد میں وجہ وحدت تھی۔ اور اس وقت ان تینوں اداروں کے بانیوں میں کوئی قابل ذکر اختلاف بھی نہیں ہوا۔ سر سید مرحوم کے کیمپ سے کئی قابل ذکر اشخاص نکل کر احمدیہ کیمپ میں آ گئے۔ جیسے مولانا عبد الکریم صاحب۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب اور حضرت مولانا نور الدین صاحب مگر سر سید نے کبھی اس کے خلاف احتجاج نہیں کیا۔ سوائے اس کے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام اور سر سید مرحوم کے درمیان چند دینی مسائل پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ مگر کسی نے ایک دوسرے سے کہ مشن کو نقصان نہیں پہنچانا چاہا بلکہ سنا گیا ہے کہ سر سید اور آپ کے شاگردوں میں شمس العلماء شبلی تو بڑے جماعت احمدیہ کے قدرداں تھے۔

ابتدا میں یہی حال دیوبند کا بھی تھا مسئلہ ختم نبوت جو سب سے بڑا مابہ النزاع مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق تو خود بانی دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی فرما گئے ہیں۔

سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کوئی فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔"

اسی طرح آپ فرماتے ہیں

اگر بالفرض زمانہ نبوی میں بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔

(تحذیر الناس)

آیت خاتم النبیین کی یہی تفسیر آپ نے اپنی کتاب "قبلہ نما" میں فرمائی ہے۔

غرض اس وقت یہ تینوں ادارے اپنی اپنی پالیسی پر گامزن رہے۔ ان میں جماعت احمدیہ کی جو پالیسی تھی۔ ان میں سے ایک ذکر تو اوپر آ چکا ہے۔ اس جماعت کی دوسری پالیسی یہ تھی کہ آیت کریمہ

فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر

کے ماتحت ایک عالمگیر تبلیغی و تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے۔ اور تیسری پالیسی وہ تھی جو قرآن نے کہا یعنی

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ

یعنی کوئی مشرک ہمارے گھر آ جائے تو ہمیں چاہیئے کہ ہم ان کو پناہ دیں۔ اور کلام اللہ سنائیں۔ اسی لئے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے سات سمندر پار رہنے والے تاجروں کو ملک سے نکالنے کی بجائے انہیں کلام الٰہی سنانا ضروری سمجھا۔

ان اداروں کی برکات

اور اب ہم تاریخی روشنی میں کہہ سکتے ہیں کہ ان تینوں اداروں کے بانیوں کی نیک نیت تھی۔ اس لئے انہیں نیک ثمر ملا اور ان میں سے کوئی ایک بھی ناکام نہیں رہا۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ اور دار العلوم دیوبند نے بے نظیر علماء و فضلاء پیدا کئے۔ اور انہوں نے جنگ استقلال میں بڑھ چڑھ کے حصہ لیا۔ مگر تقسیم ہند کے بعد وہ ضرورت پوری ہو گئی۔ جس کے لئے ان اداروں کی تخلیق ہوئی تھی۔

جماعت احمدیہ

مگر جماعت احمدیہ کے مقصد کی ابھی تکمیل نہیں ہوئی۔ یہ تحریک کوئی ملکی تحریک نہیں بلکہ عالمگیر تحریک ہے۔ لہٰذا اس وقت تک اس کے مقصد کی تکمیل نہیں ہو سکتی جب تک "بلاد تثلیث و کفر" میں علم اسلام نہ بلند ہو جائے۔ یہ ضروری ہے کہ آج یورپ امریکہ اور افریقہ میں جماعت احمدیہ کارہائے نمایاں انجام دے رہی ہے۔ مساجد کی تعمیر۔ قرآن پاک کے تراجم اور مشن کا قیام یہ وہ کام ہیں جو جماعت احمدیہ کے ذریعہ انجام پا رہے ہیں۔ مگر ہماری آخری منزل ابھی بہت دور ہے ممکن ہے کہ اس کے طے کرنے میں ہمیں تین سو برس لگ جائیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ مدت صوفی صاحب کو بہت کھلی ہوگی۔ مگر جماعت احمدیہ تو فتح صدور تک اس خدمت کا عہد باندھ چکی ہے۔ یہ قافلہ بڑے سخت جان نکان اور ماندگی اس کے قریب نہیں آتی صوفی صاحب کو جماعت احمدیہ کی نئی تحریک "تحریک وقف جدید" پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ یہ جماعت جو چندہ عام۔ چندہ وصیت اور تحریک جدید میں حصہ لے رہی تھی اور لوگ اسے ہی تکلیف مالا یطاق سمجھتے تھے جب اس جماعت نے ایک اور نیا عہد باندھا ہے۔ اور انشاء اللہ ہم اس "یوم موعود" کے لئے اسی قسم کے ہزاروں عہد باندھتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارا اکورڈہ ان آخری منزل پر پرچم زن ہوگا۔ پس اس وقت ہم ایک عید کا سماں منائیں گے۔ اور خدا نے چاہا تو ملا۔ صوفی صاحب بھی یہ کہتے ہوئے ہماری اس خوشی میں شریک ہونا چاہیں گے

اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار
کافر کنند دعوئے حب پیمبرم

حق تنقید

حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کی انگریز حکومت سے اظہار وفاداری کا یہی پس منظر ہے۔ لیکن اس اظہار وفاداری کے باوجود آپ آزادیٔ ضمیر اور تنقید کے حق سے دستبردار نہیں ہو گئے تھے۔ چنانچہ آپ نے اکثر انگریزی معاشرت اور نظام حکومت پر تنقید بھی کی ہے۔ سلطنت برطانیہ میں زنا، شراب نوشی۔ سود خوری اور بے پردگی کی جو عام اجازت تھی۔ اس پر آپ نے سخت اعتراضات کئے ہیں۔ اور نمبر ۲ چھاؤنی ایکٹ پر بھی زبردست نکتہ چینی کی ہے۔

تعمیری جدوجہد آپ نے اظہار وفاداری

انگریزی معاشرت کی خرابیاں اور عیسائیت کی خامیاں دکھلانے کے ساتھ ساتھ اپنی تعمیری جدوجہد بھی جاری رکھی۔ حتیٰ کہ ۱۸۹۷ء میں آپ نے ملکہ وکٹوریہ کے نام ایک کتاب لکھی "تحفہ قیصریہ" اس کتاب میں آپ نے ملکہ پر عیسائیت کی خامیاں اور اسلام کے محاسن ظاہر کئے اور نہایت جرأت کے ساتھ قبول اسلام کی دعوت دی۔ آپ لکھتے ہیں:۔

اے ملکہ! توبہ کر اور اس ایک
خدا کی اطاعت میں آجا جس کا نہ
کوئی بیٹا ہے اور نہ کوئی شریک
اور اس کی تمجید کر کیا تو بھی اس کے سوا
اور کوئی معبود پکڑتی ہے جو کچھ پیدا
نہیں کر سکتے؟
اے زمین کی ملکہ! اسلام قبول
کرتا تو بچ جائے سلامت ہو جا۔

اگر اس دور کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آپ کے سوا اور کسی نے یہی تبلیغی جرأت کا اظہار نہیں کیا۔ آپ سچ مچ اس حدیث کے مصداق تھے۔ افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر۔ ملکہ جسمانی نہیں تو روحانی طور پر ضرور ظالم تھی۔ اور آپ نے ان کی مذہبی غلطیوں پر نہایت بلیغ انداز میں ٹوکا۔ اور قبول اسلام کی دعوت دی

فرقہ باطنیہ، بہائیہ اور جماعت احمدیہ

فرقہ باطنیہ صوفی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام فرقہ باطنیہ و بہائیہ سے متاثر تھے۔ حالانکہ فرقہ باطنیہ و بہائیہ اور جماعت احمدیہ میں وہی تعلق ہے جو تعلق نور کو ظلمت سے اور علم کو جہل سے ہے۔ فرقہ باطنیہ کیا ہے اور اس کے عقائد و اعمال کیا ہیں؟ اہل نظر پڑھیں اور انصاف کریں۔

فرقہ باطنیہ اس کو کہتے ہیں جو خلافت کا حقدار اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مانتا ہے۔ اور جس نے خلافت عباسیہ کے استیصال کے لئے خفیہ سازشوں کا جال پھیلا دیا۔ یہ فرقہ اعتبار سے نبوت کے ساتھ ایک سلسلہ امامت کا قائل ہے۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ نبی پر شریعت کے ظاہری الفاظ نازل ہوتے ہیں اور امام کو ان الفاظ کی حقیقت و معانی سمجھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے وقت سلسلہ امامت یوں بیان کرتے ہیں۔

شجرۂ امامت

ہذید (والد ہابیل) شیث۔ انوش۔ کنعان
مہلائیل۔ اخنوخ۔ متوشلخ۔ لامک۔ فالغ۔ سارغ
ادو [illegible]۔ ابد۔ اسماعیل (ابن ابراہیم) قیدار۔
ہمیسع۔ عدنان۔ معد۔ نزار۔ مضر۔ الیاس۔
۔۔۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تک منقول
از تاریخ الدعوۃ الاسماعیلیہ دار الیقظۃ
العربیۃ لسوریہ)

اثنا عشریہ

وہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت علی رض امام تھے اور انہیں کو اسرار شریعت سمجھائے گئے تھے۔ حضرت علی رض کے بعد حضرت امام جعفر صادق رض تک باطنیوں کا ایک ہی فرقہ رہا۔ مگر ان کے بعد اس کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک فرقہ نے آپ کے فرزند موسیٰ کاظم کے خاندان میں سلسلہ امامت کو جاری مانا۔ اس کو "اثنا عشری" کہتے ہیں۔ اس فرقہ کے بارھویں امام حضرت امام عسکری غائب ہو گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ "سامرہ" کے "سرداب" نامی غار میں روپوش ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت امام محمد بن حسن عسکری کے پاس کچھ خاص "اسرار شریعت" کی کتابیں ہیں وہ دوبارہ ظہور کے وقت ساتھ لے کر آئیں گے۔

فرقہ اسماعیلیہ

لیکن جنہوں نے حضرت امام جعفر صادق کے بڑے لڑکے امام اسماعیل کو اپنا امام مانا وہ "اسماعیلی" کہلاتے۔ ان میں بھی تیرھویں پشت کے بعد دو فرقے ہو گئے۔ "نزاری" اور "مستعلی"۔ نزاری وہ ہیں جو امام مستنصر کے بڑے لڑکے "نزار" کو اپنا امام مانتے ہیں۔ حسن بن صباح اسی فرقہ کا ایک داعی گزرا ہے۔ ہندوستان میں اس فرقہ کو "خوجہ" کہتے ہیں۔ جس کے مشہور امام آغا خان ثالث کا ابھی حال ہی میں انتقال ہوا ہے۔ اور آج کل جس کے امام حاضر "پرنس کریم" ہیں جنکی ابھی گدی نشینی کی تاجپوشی ہوئی ہے۔ دوسرا فرقہ "مستعلی" کہلاتا ہے یہ وہ فرقہ ہے جو مستنصر کے چھوٹے لڑکے مستعلی کی امامت کا قائل ہے۔ اس فرقہ کو ہندوستان میں "بوہرہ" کہتے ہیں۔ اس فرقے کے [illegible] امام "امام طیب" بھی مستور ہو گئے ہیں۔ اس وقت ہندوستان میں اس فرقہ کے "داعی مطلق" ملا سیف الدین طاہر ہیں۔

باطنیوں کے عقائد

یہ تمام فرقے اس عقیدے پر متفق ہیں کہ سلسلہ نبوت منقطع ہو جاتا ہے۔ مگر سلسلہ امامت کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ یہ سلسلہ امامت عہد آدم سے ایک ہی نسل میں آ رہا ہے۔ اور ایک ہی نسل میں رہے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی نسل سے ہیں۔ ان فرقوں کے اماموں اور داعیوں کے خلاف خود ان کی جماعت کی طرف سے جو گاہے بگاہے جائداد وقف اور نیت کے عدالت میں مقدمے چلتے رہے۔ ان کی روداد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے امام یا داعی کو خدا بھی مانتے ہیں۔ اور ان کو معصوم اور اپنی جان و مال کا مالک سمجھتے ہیں۔

آغا خان مرحوم پر جب ان کی بھتیجی نے نفقہ کا مقدمہ دائر کیا تھا اس وقت آغا خان نے عدالت عالیہ کے سامنے بیان دیتے ہوئے صاف کہا کہ ہمارے سلسلہ میں قرآن کے علاوہ اور بھی چند صحیفے ہیں جن پر ہمارا ایمان ہے

باطنیوں کے اعمال

خوجے ارکان اسلام کے پابند نہیں۔ نماز کے بدلے ایک دعا پڑھتے ہیں مختلف ملکوں کے لئے الگ الگ دعائیں ہیں افریقہ کے لئے جو دعا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد یہ عبارت ہے۔
سجد وجهی الیک و توکلت علیک
علیک قوتی وانت عصمتی یا رب
العالمین۔
اللهم صل علی محمد المصطفی و علی
علی المرتضی و علی الائمة الاطهار
و علی حجة الامام صاحب الزمان
والعصر امامنا الحاضر الموجود
مولانا سلطان محمد شاہ الحسینی
لذکره السجود (سجود)

اسی طرح کی چھ دعائیں ہیں۔ آخری دعا میں سورۂ صمد یعنی قل هو اللہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آغا خان تک کے درمیان جتنے امام گذرے ہیں۔ ان کے نام ہیں اور ان کا واسطہ دیا گیا ہے۔

لیکن ہندوستان میں جو دعا پڑھی جاتی ہے۔ اس سے بہت مختلف ہے۔ اور یہ دعا بھی روزانہ صرف تین مرتبہ پڑھتے ہیں۔

جماعت خانہ

خوجے عبادت کے لئے مسجد نہیں بناتے۔ بلکہ اپنے جماعت خانے میں دعا پڑھا کرتے ہیں۔ اور کسی غیر خوجے کو جماعت خانے کے اس حصہ میں آنے کی اجازت نہیں دیتے۔

لیکن آغا خان مرحوم کے بعد "صدق جدید" میں شائع ہوا تھا کہ وہ بڑے شوق سے نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ اور پرنس کریم نے بھی کراچی اور بمبئی میں اپنی تاجپوشی کے موقعہ پر عام مسلمانوں کی جامع مسجد میں سنی امام کے پیچھے نماز ادا کی۔ مگر ابھی تک انہوں نے اپنے متبعین کو نماز کا حکم نہیں دیا۔ اس پر بعض خوجوں نے شکایت بھی کی اور اشتہارات بھی تقسیم کئے۔

بوہرے

لیکن ملا سیف الدین طاہر جو بوہروں کے "داعی مطلق" ہیں۔ وہ خود ارکان و شعائر اسلام کے پابند ہیں۔ اور اپنے متبعین سے بھی نہایت سختی کے ساتھ عمل کراتے ہیں۔ مگر ان کے پاس بھی کچھ ایسی کتابیں ہیں جنہیں "کتب سریہ" کہتے ہیں یہ کتابیں بوہروں کو بھی مطالعہ کے لئے نہیں دی جاتیں اسی طرح ان کی جو مساجد ہیں ان میں کسی غیر بوہرے کو آنے کی اجازت نہیں۔

یہ دونوں فرقے کثرت سے اپنے امام و داعی کو نذر و نیاز پیش کرتے ہیں۔ زکوٰۃ و خمس کا مستحق بھی انہیں ہی سمجھتے ہیں۔ آغا خان اور ملا سیف الدین طاہر کی آمدنی کا سب سے بڑا یہی ذریعہ ہے۔

جماعت احمدیہ

اتنے حالات سننے کے بعد اب جماعت احمدیہ کا "فرقہ باطنیہ" سے مقابلہ کیجئے۔ احمدیت تو ایک کھلی کتاب ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام نے جو شرائط بیعت پیش کی ہیں ان کی بنیاد سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ احمدیت اس نظریہ امامت کی شدید مخالف ہے اس کے پاس کوئی ایسا مذہبی راز نہیں جو لوگوں سے پوشیدہ رکھا جائے۔ نہ ان کی مسجد کا دروازہ دوسروں کے لئے بند ہے۔ نہ جماعت احمدیہ کے امام زکوٰۃ و خمس کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا جو مسلک تھا وہ آپ نے اس شعر میں بیان کر دیا ہے:—

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہ احمد مختار ہیں

فرقہ بہائیہ

اب رہا فرقہ بہائیہ اور حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کا اس سے متاثر ہونا یہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ سید علی محمد باب، بہاء اللہ اور عبد البہاء یہ اصحاب ثلثہ جن سے بہائی جماعت کی ترکیب ہوئی ہے۔ جماعت احمدیہ میں اس تثلیث کا کوئی پتہ نہیں

بہائی عقائد

عقائد بہائیہ کی جو سب سے مختصر تفصیل ہمارے سامنے بیان کی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ علی محمد باب کی کتاب "البیان" اور بہاء اللہ کی کتاب "اقدس" کے بعد اب قرآن کریم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اسی طرح بہاء اللہ کی نبوت کے بعد اب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ وہ ظہور بہاء اللہ کے بعد قرآن کریم اور نبوت محمدی کو منسوخ جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن۔ اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت یوم قیامت تک تھی اور ظہور بہاء اللہ ہی یوم قیامت ہے اسی لئے اب محمدی نبوت اور قرآنی شریعت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اور اب کتاب اقدس والی شریعت اور بہاء اللہ والی نبوت بنی نوع انسان کے لئے آئی ہے۔

(باقی صفحہ [illegible] پر)

حضرت کرشن علیہ السلام

(بقیہ صفحہ نمبر اول)

تو ان کو حضرت کرشن علیہ السلام کو اوتار یعنی نبی اور برگزیدۂ خدا ماننے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔

(۶)

اب میں ان اعتراضات کو لیتا ہوں جو مضمون نگار نے شری کرشن جی مہاراج کی زندگی پر کئے ہیں۔ مضمون نگار دوست کا یہ کہنا ہے کہ کرشن جی مہاراج خدائی کے دعویدار تھے۔ اور اس بنا پر ہم ان کو نبی ماننے کے لئے تیار نہیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ بے شک آجکل عام ہندوجی میں بیشتر حصہ تعلیم یافتہ نہیں کرشن جی کو خدا کے مجسم سمجھتے ہیں لیکن اس میں کرشن جی کا کوئی قصور نہیں۔ اس معاملہ میں حضرت کرشن علیہ السلام کا معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملتا ہے۔ اس میں کسی کو شک ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بحیثیت انسان ناصرہ کی بستی میں مریم بتول کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اور بڑے ہوکر انہوں نے کبھی بھی خدا یا ابن اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن اس کے باوجود عیسائی دنیا کا کثیر حصہ آپ کو ابن اللہ تسلیم کرتا ہے۔ اگر میرے مضمون نگار حضرت عیسیٰؑ کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ آپ کے متبعین نے ان کو خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔ تو بالکل اسی طرح حضرت کرشن علیہ السلام کو ان کے متبعین کی طرف سے خدائی کا درجہ دیئے پر ان کی نبوت سے کیوں منکر ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود دعویٰ خدائی نہیں کیا۔ اسلئے مسلمان ان کو نبی اللہ مانتے ہیں لیکن ابن اللہ نہیں مانتے۔ بالکل اسی طرح حضرت کرشن علیہ السلام نے ہرگز خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ بعد میں عقیدتمندوں نے ان کی طرف یہ دعویٰ منسوب کیا۔ پس اس صورت میں ہم کیوں حضرت کرشن کو ملزم گردانیں اور کیوں نہ یہ کہہ دیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت کرشن علیہ السلام کو ان کے متبعین نے غلط طور پر خدا بنا لیا ورنہ وہ ہرگز خدا نہ تھے بلکہ ایک برگزیدہ انسان اور نبی تھے۔

چنانچہ ہندوؤں کی مقدس کتب پرانوں اور مہابھارت پر نظر غائر نگاہ ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کرشنؑ خدا نہ تھے۔ انہوں نے صاف اور واضح الفاظ میں بھگ الشور کا اقرار ان الفاظ میں کیا ہے کہ

"اے ارجن یہ ماتما سارے پرانیوں کے دل میں مقیم ہے اور وہ سارے جگت پر چلا رہا ہے۔ اے ارجن سب پرکار کی خواہشات

کو چھوڑ کر اسی پرمیشور کی پناہ میں چلا جا کیونکہ اسی پرماتما کی کرپا سے تو پرم شانتی کو حاصل کرے گا۔" گیتا ادھیائے ۱۸ شلوک ۶۱، ۶۲

اور حضرت کرشن علیہ السلام اس پرماتما کی پوجا اور عبادت کیا کرتے تھے چنانچہ رسالہ کلیان گورکھپور کے کرشن نمبر میں لکھا ہے کہ

ایک دفعہ نارد منی نے حضرت کرشن کو عبادت کرتے دیکھا تو نارد منی کے دل میں خیال آیا کہ یہ کرشن کس کی ارادھنا (عبادت) کرتے ہیں اور ان کے لئے تپسیا کیسی۔ نارد نے اپنے شک کو دور کرنے کے لئے ان سے پوچھا تو کرشن نے جواب دیا کہ ہم لوگوں کا ایک مول پرش (مبداء حقیقی) ہے ہم انہیں کا دھیان کرتے ہیں جو تمام مخلوق کے اندر نہ نظر آنے والا قائم ہے جو اس سے بالا اور بہت ہی مشکل سے جانا جاتا ہے۔

دیوی بھاگوت پران میں ایک واقعہ آتا ہے کہ کرشن جی کے ہاں اولاد نہ ہوتی تھی تب انہوں نے پرماتما کے حضور دعا کی اور کہا کہ اے معبود مجھ کو درخواست کرتے شرم آتی ہے کہ میں مایا کے بس ہوکر آپ سے بیٹے کے لئے پرارتھنا کرتا ہوں مہربانی کرکے آپ مجھے بیٹا دے دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو بیٹا دیا۔ پھر لکھا ہے کہ کوئی دشمن اسے چرا کر لے گیا جب باوجود بہت تلاش کے بچہ نہ ملا تو آپ نے پھر پرماتما کے حضور دعا کی۔

بحوالہ دیوی بھاگوت پوران اسکندھ ۱۰ ادھیائے ۲۴

پس جہاں تک حضرت کرشن علیہ السلام کا ذاتی معاملہ ہے۔ حضرت کرشن علیہ السلام نے ایک قادر مطلق ہستی کی عبادت کی طرف توجہ دلائی ہے اور خود بھی اسی کی عبادت کی ہے۔

بعض لوگ کہہ سکتے ہیں کہ گو مندرجہ بالا حوالہ جات سے تو ہم نے سمجھا کہ حضرت کرشن علیہ السلام خدا نہ تھے بلکہ خدا کے اوتار یعنی نبی و رسول تھے۔ مگر گیتا میں اسی قسم کے اقوال ملتے ہیں جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کرشن نے خدائی کا دعویٰ کیا اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک واضح اور

صاف بات ہے کہ جب لوہا آگ میں پڑ کر بالکل آگ کا رنگ اور خاصیت پکڑ لیتا ہے اس وقت اگر وہ کہے کہ میں آگ ہوں تو اس میں کیا جھوٹ ہے مگر ہر ایک جانتا ہے کہ وہی لوہا جب ٹھنڈا ہو جاتا ہے تو وہ پھر لوہے کا لوہا ہی ہے۔ خدا سے تعلق رکھنے والے لوگ جس وقت محبت الٰہی میں فنا ہو جاتے ہیں تو وہ خدا کی زبان سے بولتے ہیں۔ ان کا اپنا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ حضرت کرشن علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس دنیا کا سہارا میں ہوں میں پانی برساتا ہوں پالن کرتا ہوں یہ یوگ یکت یعنی وحی کی حالت تھی اس وقت کرشن خود نہیں بلکہ خدا آپ کی زبان سے کلام کر رہا تھا۔ اس وقت آپ خاص یوگ یعنی مراقبہ کی حالت میں تھے۔ پس اسی قسم کا جس قدر کلام بھی گیتا میں ہے وہ فنا فی اللہ کے وقت الہامی حالت کا کلام ہے۔ حضرت کرشن علیہ السلام کا نہیں۔

اسلامی صوفیاء کے ہاں بھی ایسے کلمات مذکور ہیں۔ جیسے انا الحق۔ لیس فی جبتی سوی اللہ۔ سبحانی ما اعظم شانی حضرت مولانا روم کیا صاف الفاظ میں فرماتے ہیں :-

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

یعنی جو فنا فی اللہ کے مرتبہ میں ہوتے ہیں ان کے کلمات اگرچہ وہ ایک انسان کے منہ سے ادا ہوتے ہیں۔ مگر وہ حقیقتاً اللہ ہی کا کہا ہوا کلام ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے دل میں خدا بس چکا ہوتا ہے۔

اوپنشد میں لکھا ہے خدا فرماتا ہے

نہ میں کیلاش میں رہتا ہوں اور نہ بیکنٹھ میں بلکہ میرا واس تو بھگتوں کے دل میں ہوتا ہے۔

ایک مسلمان صوفی نے اس خیال کو ان سندر شبدوں میں ظاہر کیا ہے۔

او در دل من است و دل من بدست او
چوں آئینہ بدست من و من در آئینہ

وہ میرے دل میں ہے اور میرا دل اس کے ہاتھ میں ہے جس طرح آئینہ میرے ہاتھ میں ہے اور میں آئینے میں ہوں۔

فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر ان بزرگوں کا حال وہی ہوتا ہے جو مندرجہ ذیل شعر میں بیان کیا گیا ہے

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

اسی مقام سے بولتے ہوئے حضرت کرشن کی زبان سے خدا فرماتا ہے :-

میں پانی جیسی چیزوں میں رس ہوں۔ سورج اور چاند کی روشنی ہوں۔ ویدوں میں معلم ہوں۔ آکاش میں آواز ہوں۔ لوگوں میں ان کی ہمت ہوں۔ زمین میں خوشبو۔ آگ میں اس کی دہک۔ سب تپسویوں کا تپ اور سب جانداروں کی جان ہوں۔

ہمارے اس بیان کی تصدیق خود کرشن علیہ السلام کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے کہ ایسے کلمات ان کے اپنے نہ تھے بلکہ خدا کے تھے۔ اور وہ خود اس وقت فنا کے مقام میں تھے۔ اور دوسرے وقت وہ خود اپنی کمزوری کا اقرار کرتے ہیں جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ برگزیدہ خدا تھے خدا نہ تھے۔

چنانچہ مہابھارت اشومیدھ پرو ادھیائے ۱۶ میں حضرت کرشن اور ارجن جی کا ایک مکالمہ درج ہے۔ جس کا شری پنڈت پنچانن جی ترک رتن نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اے دوست جو میں نے تمہیں گذشتہ دنوں سناتن (دھرم تتو سنان) کا اپدیش کیا تھا۔ تم اسے بھول گئے یہ اچھا نہیں کیا۔ میں اب دوبارہ وہ سے مکمل صورت میں نہیں کہہ سکتا وجہ یہ کہ میں نے اس وقت یوگ یکت ہوکر تمہیں برہم گیان کا اپدیش کیا تھا"

(بحوالہ رسالہ کلیان کرشن نمبر صفحہ ۲۲)

اسی طرح ہر بندر ناتھ ایم۔ اے لکھتے ہیں :-

"کورو کشیتر کی جنگ کے بعد شری کرشن جب دوارکا جانے لگے تو اس وقت ارجن نے کہا اے کیشو جی کوروکشیتر کے میدان جنگ میں آپ نے مجھے جو اپدیش دیا تھا چت دھرم ہونے کے باعث میں اسے بھول گیا ہوں آپ مجھے دوبارہ اپدیش دیجئے۔ جس کے جواب میں شری کرشن کہتے ہیں :-

"اے ارجن میں نے یدھ کشیتر میں تمہیں برہم (خدا) کے بارہ میں جو اپدیش دیا تھا اس وقت یوگ یکت (مراقبہ الہامی حالت) تھا لہذا اس وقت وہ ساری باتیں میری یاد میں نہیں آ رہی گی"

(بحوالہ رسالہ کلیان کرشن نمبر صفحہ ۱۳۱)

پس حضرت کرشن خدا نہیں تھے نہ انہیں خدائی کا دعویٰ تھا۔ ہاں پرماتما کے سچے بھگت تھے اور اسی کی عبادت اور پوجا کی طرف بلانے کے لئے اس پوتر بھومی میں تشریف لائے تھے۔ (باقی)

تصحیح

اخبار بدر کی گذشتہ اشاعت کے صفحہ پر درس القرآن کے اختتام پر قادیان میں اجتماعی دعا کی تفصیل دی گئی ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نے سورۃ روم سے آخر تک درس دیا تھا لیکن سہو کتابت سے مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کا نام چھپ گیا ہے احباب نام کی تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

نو سال مسلسل تبلیغ اسلام کے بعد

مشرقی افریقہ سے جناب شیخ مبارک احمد صاحب فاضل رئیس التبلیغ کی روانگی پر

نیروبی (مشرقی افریقہ) میں الوداعی تقریب

(از جناب قاضی عبدالسلام صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی)

نیروبی (مشرقی افریقہ) ۱۷ مارچ (بذریعہ ڈاک) محترم جناب شیخ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل رئیس التبلیغ و امیر جماعت ہائے احمدیہ مشرقی افریقہ کل مورخہ ۱۶ مارچ کو یہاں سے ربوہ کے لئے رخصت پر تشریف لے گئے۔ پرسوں جماعت نیروبی کی طرف سے ان کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا گیا۔ اس موقعہ پر جماعت نیروبی نے دعوت چائے کے ساتھ ایک جلسے کا انتظام کیا۔ جس میں ایک سو سے اوپر ہندو سکھ اور غیر احمدی معززین نے شرکت فرمائی۔ جن میں وکیل۔ ڈاکٹر اور لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی تھے۔ مسٹر سورج پرکاش بخشی ایڈووکیٹ نے صدارت فرمائی۔

تلاوت قرآن کریم اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں سے ایک نظم کے بعد جناب پنڈت لکشمی نرائن گردش نے جو شری سناتن دھرم سبھا نیروبی کے پنڈت ہیں۔ اور اردو کے ادیب اور مشہور شاعر ہیں نے اپنی نظم سے حاضرین کو محظوظ کیا یہ نظم آپ نے خاص اسی موقعہ کے لئے لکھی تھی۔ بعدہٗ خاکسار نے جماعت کی طرف سے حسب ذیل ایڈریس پیش کیا:۔

ایڈریس

ہمارے نہایت ہی واجب الاحترام امیر و رئیس التبلیغ جناب شیخ مبارک احمد صاحب زاد اللہ شرفکم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اس دفعہ آپ مسلسل نو سال خدمت دین میں مصروف رہنے کے بعد اپنے وطن کو رخصت پر تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خاکسار آپ کو اور آپ کے اہل خانہ کو جماعت احمدیہ نیروبی کے تمام افراد کی طرف سے الوداع کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا ہر لحظ اور ہر آن حافظ و ناصر ہو۔ آپ صحت و سلامتی کے ساتھ اپنی رخصت کے دن گذاریں اور صحت و سلامتی کے ساتھ ہمارے درمیان پھر واپس تشریف لادیں۔ آمین۔

معزز حاضرین! انسانی فطرت اس طرح پر واقع ہوئی ہے کہ ایک دوسرے کے پاس رہنے سے تدریجاً دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جتنا لمبا عرصہ آپس میں میل ملاقات پر گذرتا ہے۔ اتنی ہی زیادہ گہری محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہمارے محترم شیخ صاحب ہم میں اس ملک میں گذشتہ قریباً ۲۴ سال سے رہائش رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ جو ہماری عقیدت اور محبت ہو سکتی ہے۔ وہ ایک طبعی تقاضا ہے علاوہ اس کے یہ بھی انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ ہر شخص اپنی چیز کو سراہتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ یہ بزرگ میری قوم اور میری سوسائیٹی کا ہے۔ اس کی تعریف اور عزت تو میری اپنی تعریف اور عزت ہے۔ اس لئے وہ اُس کی بڑائی اور ستائش کرنے پر فطرتی طور پر مجبور ہوتا ہے۔ اور ایک گونہ لذت پاتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اس کی خاطر لڑنے مرنے پر بھی تیار ہو جاتا ہے۔

عزیز محترم دوستو اور بہنو! ہمارے جذبات محترم شیخ مبارک احمد صاحب کے بارہ میں بالکل اور طرح پر واقع ہوئے ہیں۔ ہمیں ان کی صرف اس لئے قدر و عزت نہیں کہ وہ ہماری قوم یا سوسائیٹی کے بڑے آدمی ہیں اور ان کی عزت ہم اس فطرتی تقاضا سے کرتے ہیں جس کا ذکر اوپر کیا ہے۔ بلکہ وہ ہمیں صرف اس لئے محبوب ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی اس غرض کے لئے وقف کر رکھی ہے کہ دنیا کو اُس آواز کی طرف بلائیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ میں بلند ہوئی ہے۔ اور جس کو سن کر اور قبول کر کے انسان اسی زندگی میں اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان لیتا ہے۔ اور یقین کی آنکھوں سے اس کی قدرتوں کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔

زندہ خدا سے تعلق

معزز حاضرین! یہ ایک عجیب و غریب زمانہ ہے جس میں سے ہم گذر رہے ہیں۔ انسان نے اپنے علم کے زور سے ایسی ایسی ایجادیں کی ہیں۔ کہ جو باتیں پہلے ناممکن سمجھی جاتی تھیں اب ممکن ہو گئی ہیں۔ پوشیدہ سے پوشیدہ بھید اس کائنات عالم کے کھلتے جا رہے ہیں جن کو دیکھ دیکھ کر انسانی عقل ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتی ہے۔ مگر ایک عجیب و غریب چیز اور بھی اس زمانہ میں پیدا ہوئی ہے۔ جس کی خبر بجز جماعت احمدیہ کے اور کسی کو نہیں۔ وہ یہ ہے کہ وہ پاک ذات جس نے اس کائنات عالم کو پیدا کیا ہے۔ جس کو خدا کہتے ہیں وہ بولتا ہے اور اسی طرح سے کلام بھی کرتا ہے۔ جس طرح سے ہم زبان سے الفاظ نکالتے ہیں اور دوسرا آدمی ان الفاظ کو سنتا ہے۔

جماعت احمدیہ اسی چیز کو لے کر دنیا کے سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ اسی جماعت کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب جو خدا کے مسیح موعودؑ تھے قادیان کی بستی میں پیدا ہوئے جو مشرقی پنجاب ہندوستان میں واقع ہے۔ آپ نے خدا کے حکم سے دنیا کو اطلاع دی کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے اور اے لوگو اگر اس کو ڈھونڈنا اور اس کی ہستی پر کامل یقین حاصل کرنا چاہتے ہو تو میری طرف آؤ۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اب وہ زمانہ آگیا ہے جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی۔ جس کی تکذیب میں پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا۔ مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اے نادانو! تم کفر کہو یا کچھ کہو۔ تمہاری تکفیر کی اس شخص کو کیا پرواہ جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے۔ اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے" (حقیقۃ الوحی)

آپ ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ اور اپنی وفات سے پہلے لاکھوں مُردوں کو زندہ کر گئے۔ یعنی قصوں اور کہانیوں والے خدا کو نہیں . . . . بلکہ زندہ خدا کو اس کی قدرت اور طاقت کے نشانوں کے ذریعہ سے مشاہدہ کروا گئے۔

قادیان میں ایک شخص ملاوامل نام تھا ان کو عین جوانی کی عمر میں T.B ہو گئی اور انہوں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک سانپ کاٹ گیا ہے۔ سخت مایوسی اور ناامیدی کی حالت میں ان کو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے حضور دعا کرانے کے لئے لے گئے۔ آپ کو اُس کی حالت پر رحم آیا آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی یا نار کونی بردًا وسلامًا اے آگ جو اس مرض کی آگ ہے تجھ کو حکم دیا جاتا ہے کہ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو۔ اس خدائی حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ شخص اُس مہلک مرض سے بکلی شفا پا گیا۔ ہم نے خود انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ قریباً اسی برس کی عمر میں ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ وہ قادیان میں فوت ہوئے ہیں۔

اس قسم کے سینکڑوں روشن نشان خدا کی زندہ ہستی کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے اسی طرح جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جن کی عمر اس وقت ستر برس کے قریب ہے سے بھی خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے اور لاکھوں آدمی اس بات کی گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ کس طرح آپ کی توجہ اور دعا کی برکت سے خدا نے اُن کی مشکلات اور مصیبتوں کو دور کیا۔

ایک عظیم الشان بشارت

خود ان کا اپنا وجود خدا تعالیٰ کی ہستی کا ایک عظیم الشان نشان ہے۔ ان کے پیدا ہونے سے تین برس پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں ان کی پیدائش کی خوشخبری دی جو اسی وقت ایک اشتہار کے ذریعہ شائع کر دی گئی۔ اس عبارت کے الہامی الفاظ یہ ہیں:۔

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا . . . . . وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا . . . . . اور زمین کے کناروں تک شہرت پائیگا"۔

پیشگوئی میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بھی اعلان کر دیا گیا تھا کہ ۹ سال کے اندر اندر یہ لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے تین سال بعد یعنی ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ الودود پیدا ہو گئے۔

وقت اجازت نہیں دیتا کہ خدا کے اس نشان کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا جائے مگر جس قدر بھی علامتیں اس پیشگوئی میں بیٹے کی بیان ہوئی ہیں وہ روز روشن کی طرح ہمارے موجودہ امام کے وجود میں پوری ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں اور خود اُن کو خدا نے بتایا کہ تو ہی وہ بیٹا ہے۔ جس کی ہم نے اپنے مسیح موعود کو اطلاع دی تھی۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۴۴ء میں نہایت پُر شوکت الفاظ میں اعلان کیا اور فرمایا:۔

"میں اُس واحد و قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افترا کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اس شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی ہے کہ میں ہی مصلح الموعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے

ذریعہ سے اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی!

زندہ خدا کی طرف دعوت

ہمارے نہایت ہی معزز مہمان! آپ یقین فرمادیں جماعت احمدیہ اپنے دل میں ایک درد رکھتی ہے۔ اس کا ہر ایک فرد ایک تڑپ رکھتا ہے کہ خدائے قادر و کریم جو ایک بیش قیمت خزانہ ہے جس کی ہمیں خبر ملی ہے ہم اس کی اطلاع جہاں تک ہو سکے دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں۔ تا وہ بھی اس سے مالامال ہوں۔ اور وہ سب اپنے پیدا کرنے والے خدا کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لیں۔ اور اس کے سچے بندے بن جائیں۔ جہاں اس کی مرضی کا سوال ہو وہاں اپنی مرضی کو چھوڑ دیں۔ نہ رشتہ داروں کو۔ نہ قبیلہ کو۔ نہ مال و دولت کو۔ نہ ملک کو اس پر مقدم کریں بلکہ اپنے خدا کو ہی سب چیزوں پر ترجیح دیں۔ تاکہ دنیا سے فساد و ظلم دور ہو۔ اور سچا اور قائم رہنے والا امن قائم ہو۔ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کے دل کی یہی ایک تڑپ ہے جس کو پورا کرنے میں جو ان کا شریک ہوتا ہے وہ اس کو بہت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پس شیخ مبارک احمد صاحب ہمیں بہت محبوب ہیں کیونکہ باوجود اعلیٰ علمی لیاقت رکھنے کے (یہ پنجاب یونیورسٹی کے عربی کے گریجوایٹ ہیں) انہوں نے اپنی زندگی خلقِ خدا کی اس خدمت کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

روحانی حالت

ہمارے محترم امیر! لوگ اس ملک میں دولت کمانے کے لئے آتے ہیں مگر وہ دولت رہنے والی نہیں ہوتی۔ وفا نہیں کرتی۔ مگر آپ بظاہر تو خالی ہاتھ آئے تھے۔ اور خالی ہاتھ ہی جا رہے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ جو دولت آپ نے کمائی ہے وہ خدا تعالیٰ کی رضا کی دولت ہے جس کو کبھی فنا نہیں۔ آپ اس ملک کی تاریخ پر اپنا نام ثبت کر کے جا رہے ہیں جس کو قیامت تک مٹایا نہیں جا سکتا اور اس لحاظ سے آپ کا مقام ہم سب سے اونچا ہے بارک اللہ لکم۔ ہمارے دلوں سے یہ دعا نکلتی ہے کہ وہ آپ کو اس قربانی کا بہت بڑا اجر دے اور دین و دنیا میں اپنے فضلوں کا آپ کو اور آپ کی اولاد کو وارث بنائے۔ آمین۔

جماعت احمدیہ کے موجودہ امام جن کا اوپر ذکر کیا ہے۔ ربوہ پاکستان میں رہتے ہیں۔ ہمارے مکرم شیخ صاحب ان کے قدموں میں جا رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ وہ اس مقدس انسان کی صحبت سے روحانی برکتوں کے بھاری خزانے حاصل کریں اور واپس آئیں تو ہم بھی ان برکات سے مستفیض ہوں۔ آمین۔

سواحیلی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اور اشاعت

محترم شیخ صاحب کے بیسیوں عظیم الشان کارناموں میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے پہلے سواحیلی زبان خود سیکھی پھر اس میں قرآن کریم کا ترجمہ کر کے اس ملک میں شائع کیا ہے۔ سترہ برس کا طویل عرصہ آپ نے اس مبارک کام پر صرف کیا۔ اور دس ہزار کی تعداد میں یہ ترجمہ چھپ کر ملک کے گوشے گوشے میں جا رہا ہے۔ اور یہ ایسا کام ہے جو انہی کا حصہ ہے اور رہتی دنیا تک افریقن ترمیں جو قرآن کے نور سے بہرہ ور ہونگی ان کو دعائیں دیتی رہیں گی۔

این سعادت بزورِ بازو نیست
گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

معزز بھائیو اور بہنو! ہم جماعت احمدیہ نیروبی کے ممبران آپ کے بے حد ممنون احسان ہیں کہ آپ نے اس موقعہ پر مکرم شیخ صاحب کو الوداع کہنے میں ہمارے ساتھ شمولیت کی تکلیف فرمائی ہے۔ اور اس مجلس کو رونق بخشی ہے ہم جس قدر بھی آپ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں بلکہ میں جناب امیر صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے حضور جا کر عرض کریں کہ ان تمام بھائیوں اور بہنوں کے لئے جو اس مجلس میں شامل ہوئے ہیں حضور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس عمل کا بہت اچھا بدلہ دے۔ اور ان کو بھی وہ برکتیں عطا کرے۔ جو اس کی سچی شناخت سے حاصل ہوتی ہیں آمین۔

مکرم شیخ صاحب کی غیر حاضری میں حضرت امام جماعت کے ارشاد سے مکرم چوہدری عنایت اللہ صاحب کو قائمقام امیر اور رئیس التبلیغ مقرر کیا گیا ہے۔ جو ٹبورا میں مشن کے انچارج تھے اور اس وقت ہمارے درمیان تشریف رکھتے ہیں۔ ہم مکرم چوہدری صاحب کو خوش آمدید کہتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا اس مقدس کام میں معین و مددگار رہو۔ آمین۔

والسلام خاکسار
قاضی عبدالسلام پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ نیروبی

ایڈریس کا جواب

پیش کردہ ایڈریس کے جواب میں محترم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب نے نہایت پُر تاثیر خطاب فرمایا:-

آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں انسان نے دنیاوی لحاظ سے حیرت انگیز ترقی حاصل کی ہے مگر وہ صرف ایک ہی پہلو کی ترقی ہے کیونکہ لفظ انسان عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنے ہیں دو اُنس۔ اور جب تک انسان ان دو اُنسوں میں یکساں ترقی نہیں کرتا یعنی بندوں کی خدمت کے ساتھ ساتھ اپنے خدا کی محبت کو بھی اپنے دل میں پیدا نہیں کرتا۔ وہ کامل انسان نہیں بن سکتا اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے ساتھ تعلق پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اس پاک ہستی کو وہ یقینی طور پر شناخت نہ کرے۔ یہ وہ عظیم الشان مقصد ہے۔ یعنی تکمیل انسانیت کا مقصد جس کو پہنچانے کے لئے ابتدائے آفرینش سے خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول اور رشی اس دنیا میں آتے رہے۔ اور موجودہ زمانہ جس میں انسان دنیاوی ترقیات میں حد سے زیادہ محو ہو گیا ہے تو اس امر کا سب سے بڑھ کر محتاج تھا کہ کوئی خدا تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ انسان کی روحانی اصلاح و کامرانی کے لئے کھڑا ہوتا۔ احمدیت انسان کی یہ ضرورت پوری کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم ہوئی ہے۔

حضرت شیخ صاحب موصوف کی یہ تقریر پوری توجہ اور خاص دلچسپی کے ساتھ سُنی گئی اور جملہ حاضرین بہت ہی نیک اثر لے کر رخصت ہوئے۔

آخر میں قائمقام رئیس التبلیغ محترم چوہدری عنایت اللہ صاحب نے مختصر سا خطاب کیا۔ جس میں فرمایا کہ ہمارا کام بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف بلانے کا مشترکہ کام ہے۔ اور چونکہ نفس کی اصلاح ایسی مشکل چیز ہے۔ کہ انسان خود اپنی اصلاح کی کوشش میں بھی اکثر کامیاب نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ وہ دوسروں کی اخلاقی اور روحانی بیماریوں کو دور کر سکے۔ جو کہ ہم مبلغین اسلام کا کام ہے۔ اس لئے میں آپ سب سے تعاون کے لئے اپیل کرتا ہوں۔

جماعت احمدیہ اور صوفی نذیر احمد

(بقیہ صفحہ ۶)

بہاء اللہ کی خدائی

یہ تو جماعت بہائیہ کی بڑی ہی محتاط تعریف ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بہاء اللہ تو ظہور حلول کے قائل ہیں اور وہ اسے کوئی نبی اللہ نہیں ذات الٰہ کہتے ہیں اسی لئے بہاء اللہ کی جو وحی ہے اس میں یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ خدا کی وحی ہے۔ جو بہاء اللہ پر نازل ہو رہی ہے۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وحی اولاد آدم کیلئے بہاء اللہ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔ اس طرح کے کئی الہامات بہائیت کے داعی ہیں۔ جے۔ ای۔ ایسلمنٹ نے بھی اپنی کتاب "بہاء اللہ اور عصر جدید" میں درج کئے ہیں اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ بہائی عقیدہ کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک "دورِ نبوت" تھا اور اب "دورِ الوہیت" شروع ہوا ہے ہمارے غیر احمدی بھائی ختم نبوت کی جو تعریف کرتے ہیں ان سے صاف اور ٹھوس تعریف بہائیوں کی معلوم ہوتی ہے۔

جماعت احمدیہ اور فرقہ بہائیہ

اب صوفی صاحب بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہائی تحریک سے کیسے متاثر ہوئے ہیں جماعت احمدیہ تو قرآن شریف کو کتاب شریعت مانتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر پختہ ایمان رکھتی ہے اور ان میں سے کسی کو قابل نسخ نہیں سمجھتی بلکہ یہ تو سلسلہ محمدی میں اجراء نبوت کی قائل ہے۔ اور قرآن شریف و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ساری دنیا سے منوانے کیلئے مصروف عمل ہے۔

طریق کار

اور اگر بعض طریق کار کی مشابہت دیکھ کر صوفی صاحب کو یہ مغالطہ ہوا ہے تو اور بھی افسوسناک ہے صوفی صاحب۔ جیسے اہل نظر سے اسکی توقع نہیں تھی میرا خیال ہے کہ صوفی صاحب نے فرقہ باطنیہ اور جماعت احمدیہ کا نظام تبلیغ دیکھ کر یہ غلط نتیجہ نکالا ہے۔ اگر متلاشی ہونا چاہیئے۔ کہ فرقہ باطنیہ کے دُعاۃ اور جماعت احمدیہ کے داعیوں میں بڑا فرق ہے۔

فرقہ باطنیہ کی دعوت کا آغاز ہی حکومت عباسیہ کے خلاف پروپیگنڈے سے ہوا ہے۔ ان داعیوں کا مقصد محض خلافت عباسیہ کے خلاف لوگوں کا ذہن استوار کرنا تھا۔ اسی مقصد کیلئے انہوں نے عرب سے لیکر مصر۔ افریقہ اور ہندوستان تک اپنے مبلغوں کا جال پھیلا دیا۔ مگر چونکہ اس تحریک کا مقصد حکومت کیلئے خلافت زمین تیار کرنی تھی اس لئے یہ ہمیشہ زمین دوز رہی اور آج تک اس کا معاملہ ایک حد تک صیغہ راز ہی میں ہے۔

مگر جماعت احمدیہ کے داعیوں کو دیکھئے تو ان کا طریق کار بالکل مختلف ہے۔ یہ سب سے پہلے اپنی حکومت سے اظہار وفاداری کرتے ہیں اور جس شہر و ملک میں جاتے ہیں سب سے پہلے حکام کو اپنی آمد پیغام اور غرض و غایت سے مطلع کرتے ہیں۔ پھر پریس اور اخبارات کے ذریعہ سارے ملک میں اس خبر کو پھیلاتے ہیں۔ جہاں مشن قائم کرتے ہیں اسے باقاعدہ رجسٹرڈ کراتے ہیں۔ اپنی تقریبوں میں سب سے پہلے حکامِ وقت کو دعوت دیتے ہیں۔ اور اپنے تعلق جلسے کی صدارت بھی سب سے پہلے انہیں کو پیش کرتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ فرقہ باطنیہ کی تخلیق محض سیاسی اغراض و مقاصد کے ماتحت ہوئی تھی۔ مگر جماعت احمدیہ کا قیام محض مذہبی و دینی اغراض کے ماتحت ہوا ہے۔ اس لئے انہیں ٹھیٹھ مذہبی سیرت کا نمونہ پایا جاتا ہے! وراس جماعت کی دلی خواہش ہے کہ اسے سیاست سے دور ہی رکھا جائے۔ تا خدمت دین کے لئے زیادہ فرصت ملے۔ جماعت احمدیہ کے اولوالعزم امام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کو بار بار نصیحت فرمائی ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تب بھی نظام خلافت کو نظام سیاست و حکومت سے الگ رکھنا۔

فرقہ بہائیہ کا نظام تبلیغ

اب رہا فرقہ بہائیہ تو واضح ہو کہ یہ فرقہ سرے سے ایسی تنظیم کا قائل ہی نہیں۔ جے۔ اے۔ ایسلمنٹ کی تصنیف "بہاء اللہ اور عصر جدید" میں واضح طور پر بہاء اللہ کی یہ ہدایت درج ہے کہ فرقہ بہائیہ میں کوئی مخصوص طبقہ داعیوں اور مبشروں کا نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس تحریک سے متاثر ہوتے تو جماعت احمدیہ کو بھی باقاعدہ نظام تبلیغ قائم کرنے سے منع کر جاتے۔ مگر آپ تو یہ نظام قائم کرنے کیلئے بیتاب تھے اسی لئے آپ نے مدرسہ احمدیہ قائم فرمایا۔ ۴۴ میں اور مولوی محمد احسن کو امروہی کو باقاعدہ تنخواہ دار مبلغ بنا کر مختلف بلاد ہند میں بھیجا۔ —— اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام طریق استدلال میں بھی بہائیوں سے متاثر نہیں ہوئے اگر کچھ بھی متاثر ہوتے تو کوئی چھوٹا سا ہی سہی حکم شریعت منسوخ کر دیتے اور اپنے کو ظلی و بروزی نبی کہنے کی بجائے مستقل صاحب شریعت نبی کہتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اسے کفر و ضلالت قرار دیا۔ یہ واضح ہو کہ مردم شماری میں بہائیوں نے اپنے کو مسلمانوں سے بالکل الگ کر لیا ہے۔ (باقی)

درویش فنڈ

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝

"اگر آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی مدد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت آپکو حاصل ہوگی اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثابت قدمی اور استقلال عطا کیا جائے گا۔"

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:-

"بیرونی جماعتیں اپنے غریب بھائیوں کی امداد کا خیال رکھیں خصوصاً قادیان میں جو اصحاب الصفہ رہتے ہیں ان کے متعلق ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ جس قدر غلہ اپنے لئے جمع کرے اس کا چالیسواں حصہ انکے لئے نکال کر بھجوادے مگر جیسا کہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے وہ یہ غلہ صدقہ سمجھ کر نہ دیں بلکہ ایک اسلامی بھائی چارہ کیلئے قربانی سمجھ کر دیں۔ وہ یہ خیال کریں کہ جیسے انسان اپنی بیوی کو کھلاتا ہے اور اپنے بیٹوں کو کھلاتا ہے اور انکو کھلانا انسان کا فرض ہوتا ہے اسی طرح جماعت کے غرباء کی امداد کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرض عائد کیا گیا ہے اور وہ اس فرض کی ادائیگی کے لئے غلہ دے رہے ہیں۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے مد ظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں:-

"..... بہت سے درویش مالی لحاظ سے بہت تکلیف میں ہیں۔ اور گو اکثر صابر و شاکر ہیں اور دین کی خدمت کیلئے ہر قربانی کے واسطے تیار نظر آتے ہیں لیکن مالی تکلیف انکی پریشانی کا موجب ہو رہی ہے۔ جس میں ہندوستان کی گرانی نے بھی کافی اضافہ کر رکھا ہے .....

پس آپ ..... ہندوستان کی جماعتوں سے اپیل کریں کہ مخلص احباب اس (درویش) فنڈ میں حصہ لیکر ثواب کمائیں۔ یہ بات درویشوں پر اور اس فنڈ میں چندہ دینے والوں پر پوری طرح واضح کر دی جائے کہ یہ کوئی خیرات یا صدقہ نہیں ہے جو ہمارے بھائی لیتے اور ہم اپنے بھائی کو دیتے ہیں بلکہ یہ ایک مقدس شکرانہ اور ہدیہ ہے جو ہم اپنے ان بھائیوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو مقدس مقامات کی آبادی اور خدمت کیلئے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونے کی توفیق نہیں پا سکا۔ اور صرف ایک قلیل حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمت بجا لائیں پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں۔ اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں جو توجہ کے انتشار کا موجب ہے۔ حقیقتاً درویشوں کا ہم پر یہ احسان ہے کہ وہ بھاری قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں پس یہ امداد ہرگز خیرات یا صدقہ کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے۔ جو شکرانہ یا قدر دانی کے رنگ میں ہم یا ہندوستانی دوست درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ بہرحال آپ فوری طور پر ..... ہندوستانی احباب میں یہ تحریک کریں کہ وہ اس فنڈ میں حصہ لیکر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں اور خدا کے سامنے سرخرو ہوں ..... سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس خط کو پڑھ کر اس تحریک کو پسند فرمایا۔"

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے احباب جماعتہائے ہندوستان کو موجودہ غیر معمولی حالات میں اعلائے کلمۃ اللہ کرنے اور احمدیت کے جھنڈے کو بلند رکھنے کی توفیق دی ہے۔ اور اس وقت جبکہ ہندوستان کے اکثر مسلمان مایوسی اور احساس کمتری کا شکار ہو چکے ہیں۔ فدایان احمدیت کا یہ چھوٹا سا گروہ باوجود گوناگوں مشکلات کے اسلام و احمدیت کے نام کو بلند کرنے کیلئے استقلال اور عزم سے آگے بڑھ رہا ہے اور تکالیف و مصائب کی باد مخالف انکے مضبوط ارادوں اور امیدوں کو متزلزل نہیں کر سکتی۔

تبلیغ و اشاعت اسلام کا یہ عظیم الشان کام اس وقت ہندوستان اور بیرونی ممالک میں ہو رہا ہے۔ وہ خلوص ایمان اور قربانی کے اس جذبہ کا نتیجہ ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے احباب جماعت احمدیہ میں پیدا ہوا۔ اور جو "دین کو دنیا پر مقدم کرنے" کے اصول کو اپنانے کا ایک کرشمہ ہے۔

میں یہ مختصر نوٹ احباب جماعت کی خدمت میں اسلئے تحریر کر رہا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اعمال وہی مقبول اور لائق ثواب ہیں جنپر دوام اختیار کیا جائے۔ اور اعمال کا اچھا یا برا ہونا انکے انجام سے ظاہر ہوتا ہے۔ بیشک احباب جماعت ایک لمبے عرصہ سے متواتر اور پیہم قربانیاں کر رہے ہیں لیکن مومن کا عہد و پیمان تو موت تک ممتد ہوتا ہے اگر کچھ عرصہ کے بعد جذبہ قربانی میں سستی یا کمزوری آجائے۔ تو ڈر ہے کہ گذشتہ خدمات بھی ضائع نہ ہو جائیں۔

مجھے اس اطلاع سے تکلیف ہوئی کہ بعض مخلص جنہوں نے بڑی بشاشت اور اخلاص سے ابتدا میں درویش فنڈ میں حصہ لیکر مالی قربانیوں کا اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ اب اس اہم مد کی طرف بہت کم ۲

۲ توجہ دے رہے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بے سر و سامان درویش مقدس مقامات کی خدمت حفاظت اور سلسلہ کے کاموں سے پیچھے نہیں ہیں۔ بلکہ باوجود عسرت و تنگی کے بدستور بشاشت قلب کے ساتھ خدمات دینیہ بجا لا رہے ہیں ان میں بہت سے ایسے ہیں جنکی اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حالت فاقوں تک پہنچ چکی ہے۔ لیکن وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ صبر سے برداشت کر رہے ہیں اور ساری جماعت کی نمائندگی مقدس مرکز میں کر رہے ہیں۔

پس میں احباب جماعت سے پُر زور التماس کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک یعنے درویش فنڈ میں بدستور حصہ لیکر اور مستقل طور پر اس مالی خدمت کو ادا کر کے خدا تعالیٰ کے فضلوں اور رحمتوں کے وارث ہوں۔ نہیں معلوم اس خدمت کا موقعہ کب تک میسر آئے۔ مبارک ہیں وہ مخلصین جو خدائی وعدوں کے پورا ہونے سے پہلے خدمت و قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے اپنے مولا کو راضی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

ناظر بیت المال قادیان

رپورٹ کارگذاری

دفتر زیارت مقامات مقدسہ قادیان

(بابت ماہ مارچ ۵۸ء)

عرصہ زیر رپورٹ میں ۱۳۱۶ زائرین کرام دفتر میں تشریف لائے۔ جن کو قادیان اور سلسلہ احمدیہ کے مخصوص حالات و تعلیمات سے آگاہ کیا گیا اور بعد ازاں انہیں مقامات مقدسہ کی زیارت کرائی گئی۔ ان زائرین میں سے بیشتر افراد اہل علم حضرات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے مزید مطالعہ کے لئے اردو ہندی گورمکھی و انگریزی زبانوں میں تبلیغی ٹریکٹ دیئے گئے اس طرح اس عرصہ میں کل ۱۰۲۳ ٹریکٹ تقسیم کئے گئے۔ بعض قابل ذکر زائرین کے پتے بھی نوٹ کر لئے گئے۔ جن سے بعد میں خط و کتابت جاری رکھی جا سکتی ہے۔ اور ان کی طرف سے سلسلہ کے لٹریچر کے ساتھ خاص دلچسپی کا اظہار کیا گیا

تقسیم ملک کے بعد اب تک اس دفتر میں کل آنے والے زائرین کی مجموعی تعداد ۷۲۴۹۷ ۱۱ ہے۔ اور تقسیم کردہ لٹریچر کی مجموعی تعداد ۲۲۶ ۱۳ پمفلٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو بہتوں کو روحانی بصیرت اور ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

اضافہ وصیت

مکرم عبد الرحیم صاحب افغان نے ۵۸/۱۸ کو اپنی وصیت میں اضافہ کرتے ہوئے ۱/۱۰ کی بجائے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کی تھی جس کا اعلان بدر نمبر ۱۲ مورخہ ۵۸/۲ / ۴ میں ہو چکا ہے اب انہوں نے اپنی وصیت میں مزید اضافہ کر کے قابل قدر نمونہ پیش کیا ہے یعنی اپنی ساری جائیداد انجمن کے نام ہبہ کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی عمر میں برکت دے۔ آمین ذیل میں ان کی ترمیم شدہ وصیت شائع کی جاتی ہے۔—　　　سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ و علیٰ عبدہ المسیح الموعود

بخدمت شریف جناب سیکرٹری صاحب مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ قادیان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں نے اپنی ۱۹۲۳ء کی وصیت میں جس کا نمبر ۱۰۱۲ ہے ترمیم کرتے ہوئے اپنے حصہ جائداد کے تقسیم کے بعد آمد کی وصیت دو حصے ہوئے کر دی تھی۔ لیکن چونکہ میں درویش کے طور پر قادیان میں مقیم ہوں اسلئے میں اپنے بعض حالات کے ماتحت اپنی اس تحریر کے ذریعہ اپنی سب جائداد کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد بصورت زمین جس کا رقبہ کم و بیش اڑھائی تین کنال ہے۔ اور اس میں ایک خام مکان اور باغیچہ ہے۔ اور باغیچہ میں پچیس تیس درخت آم۔ جامن۔ امرود۔ سنگترہ۔ شیشم اور شہتوت کے ہیں میں اپنی اس تحریر کے ذریعہ اپنی ساری جائداد جو بوقت وفات میری ثابت ہو بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ہبہ کرتا ہوں۔ یعنی میری ساری جائداد جو بھی از قسم مکان۔ باغیچہ۔ زمین یا سامان خانگی وغیرہ ہو اس سب کی مالک میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میرا خاتمہ بالخیر ہو۔ آمین ثم آمین۔ نشان انگوٹھا عبد الرحیم افغان موصی ۵۸/۲/۱۱

گواہ شد دستخط یونس احمد اسلم محرر دفتر بیت المال قادیان۔ گواہ شد دستخط محمد احمد محرر دفتر بیت المال قادیان۔

درخواست دعا۔ عاجز کی ایک بہن سیدہ قانتہ بیگم اہلیہ منشی غلام مصطفےٰ صاحب کئی سال سے بیمار چلی آرہی ہے درویشان دار الامان اور احباب جماعت کی خدمت میں عزیزہ کی صحت کاملہ و درازی عمر کیلئے دعا کی درخواست ہے نیز عاجز بھی روحانی اور جسمانی کمزوریوں کے ازالہ کے لئے بھی دعا کی درخواست کرتا ہے۔ خادم سید فضل عمر مشکی

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے اہل و عیال کو ہندوستانی شہریت کے حقوق

کلکٹر صاحب گورداسپور کی طرف سے بذریعہ فارم ۷ سرٹیفکیٹ آف رجسٹریشن نمبر ۲ مورخہ ۲۱/۳/۵۸ محترمہ سیدہ امۃ القدوس صاحبہ بیگم محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو اور بذریعہ نمبر ۳ ، نمبر ۴ مورخہ ۲۸/۳/۵۸ آنموصوف کی معلول صاحبزادیوں امۃ العلیم صاحبہ و امۃ الکریم صاحبہ کو ہندوستانی شہریت کے حقوق دے دیئے گئے ہیں۔ پاکستان سے درویشان کی آنے والی فیملیوں میں سے تاحال صرف انہی کو ہندوستانی شہریت کے حقوق ملے ہیں۔ اور ابھی بہت سی فیملیز کا معاملہ زیر کارروائی ہے۔ امید ہے کہ حکومت کی طرف سے باقیوں کو بھی جلد ایسے حقوق دے دیئے جائیں گے اور موجودہ تکلیف دہ اور غیر معمولی صورت حال کا کہ بغیر ویزا کے قادیان سے باہر جانا ممکن نہیں خاتمہ ہو جائے گا۔

مقدمہ کرایہ مکانات کی سماعت

قادیان۔ محلہ احمدیہ کے مقدس مکانات کے کرایہ کا مقدمہ ۲۴ اور ۲۵ اپریل کو جناب چودھری بشن داس ڈسٹرکٹ رینٹ آفیسر گورداسپور نے کوٹھی بیت الظفر میں سماعت فرمایا۔ اس موقعہ پر ۷۲ احمدی افراد نے اپنے تحریری اور زبانی بیانات دیئے اور اس بات کا اظہار کیا کہ وہ ان مکانات میں کسی دنیوی منفعت کی غرض سے نہیں رہتے۔ بلکہ مقدس مقامات کی آبادی اور دیکھ بھال کے لئے صدر انجمن احمدیہ کے زیر انتظام مقیم ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ حسب ضرورت ان کی تبدیلی وغیرہ کرتی ہے۔ اور ان مکانات کا ہاؤس ٹیکس میونسپل کمیٹی کو ادا کرتی ہے۔ نیز ان کی مرمت وغیرہ پر تقریباً ایک لاکھ روپیہ خرچ کر چکی ہے۔ یہ مقدس مکانات تمام دنیا میں پھیلی ہوئی جماعت احمدیہ کے مرکزی مقدس مقامات ہیں۔ جن کی عزت و تکریم کرنا احمدیوں کا مذہبی فریضہ ہے۔

جناب مولوی عبد الرحمن صاحب ناظر اعلیٰ کا تفصیلی بیان بھی شامل عدالت کیا گیا۔ جماعت کی طرف سے اس پیشی کے موقعہ پر مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے۔ و مکرم محمود احمد صاحب عارف معاون ناظر امور عامہ نے نمائندگی کی۔ آئندہ تاریخ پیشی ۱۶ اور ۱۷ جون مقرر ہوئی ہے۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

مرکزی وزراء سے ملاقات کیلئے احمدیہ وفد کی روانگی

قادیان۔ مورخہ ۳۰ اپریل ۱۹۵۸ء کو سلسلہ کی درخواست پر جناب پنڈت جواہر لال صاحب نہرو وزیر اعظم ہند نے مقدمہ کرایہ مکانات وغیرہ کے سلسلہ میں احمدیہ وفد کو ملاقات کا وقت دیا ہے۔ یہ وفد جناب وزیر اعظم صاحب اور دوسرے مرکزی وزراء سے جناب سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ بہار ہائیکورٹ رانچی و ممبر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی زیر قیادت مل رہا ہے۔ اس وفد میں مرکز سے محترم مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ ناظر دعوت و تبلیغ و جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال قادیان شامل ہو رہے ہیں۔ ان کے علاوہ جناب سیٹھ محمد اعظم صاحب حیدرآباد اور مکرم مولوی بشیر احمد صاحب مبلغ انچارج دہلی بھی وفد میں شمولیت اختیار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس وفد کو کامیاب فرمائے۔ اور سلسلہ حقہ کو ہر رنگ میں کامیابی عطا فرمائے۔

نظارت تعلیم و تربیت کی طرف سے رسائل خلافت کا امتحان

بتاریخ ۲۵ مئی ۱۹۵۸ء

گذشتہ سال ماہ جولائی میں سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے حضور کی جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء والی تقریر یعنی "خلافت حقہ اسلامیہ اور نظام آسمانی کی مخالفت اور اس کا پس منظر" کا امتحان منعقد ہوا۔ لیکن ہندوستانی احباب کو بروقت یہ رسائل دستیاب نہ ہو سکنے کی وجہ سے وہ اس ضروری امتحان میں شرکت نہ کر سکے۔ چونکہ ان ہر دو رسائل میں بیان شدہ مسائل سے ہر فرد کا واقف و آگاہ ہونا ضروری ہے اسلئے نظارت ہذا کی طرف سے ۲۵ مئی ۱۹۵۸ء کو امتحان لیا جائے گا۔ تمام ہندوستانی احباب کو چاہیئے کہ پوری کوشش سے اس امتحان میں شریک ہوں۔

نوٹ:۔ ہر دو رسائل مینیجر صاحب بکڈپو قادیان سے مبلغ بارہ آنہ علاوہ محصول ڈاک میں مل سکتے ہیں۔

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

ضروری اعلان

مندرجہ ذیل یو۔ پی، بہار، بنگال اور کشمیر کی سات جماعتوں کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ ان کو ابتک ۱۹۵۸ء کے لئے ہر ماہ انتخاب کے کاغذات بھجوانے کی یاد دہانی کرائی جا رہی ہے لیکن تاحال انہوں نے تعمیل نہیں کی۔ لہٰذا بذریعہ اعلان ہذا ان کو توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ فوری طور پر انتخاب کروا کر کاغذات مکمل کر کے نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔

یو۔ پی	بہار	بنگال	کشمیر
انجولی	چک سکنی	چندی	لدردن
سردار نگر			
بھدوہی			
کھنڈی			

ناظر اعلیٰ قادیان

تریچور۔ ۲۷ اپریل گذشتہ شب ایک عام جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے وزیر اعظم مسٹر جواہر لال نہرو نے یہاں یہ کہا کہ سرد جنگ نے دنیا کو ایک کھڑی چٹان کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ اب دنیا کے سامنے یہ مسئلہ ہے کہ آیا یہ سرد جنگ بند ہو رہی ہے یا نہیں اگر یہ سرد جنگ بند نہیں ہو رہی ہے اور اگر یہ جاری ہے تو تمام دوسری ایجادوں سے صرف عارضی اور مختصر فائدہ پہونچے گا۔ انہوں نے کہا کہ سرد جنگ ہتھیاروں کی لڑائی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ خیالات بیانات اور دوسری سرگرمیوں کی جنگ ہے یہ ایک ایسی جنگ ہے جو مردوں اور عورتوں کے ذہنوں اور دلوں میں موجود ہے اگر مرد اور عورتیں ہمیشہ نفرت، تشدد اور جنگ کی باتیں کرتے رہے تو ظاہر ہے حقیقی جنگ چھڑ جائے گی۔

واشنگٹن ۲۷ اپریل۔ موصولہ اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ امریکہ کی ویسٹنگ ہاؤس کمپنی کے انجینئروں نے ایک مشینی انسان اور اسکے ساتھ مشینی کتا ایجاد کیا ہے۔ مشینی انسان کا نام الیکٹرو اور اس کے ساتھی کتے کا نام اسپارکو ہے۔ یہ دیو قامت اسپرنگ کا بنا ہوا ہے اور اس کے اندرونی حصے میں بجلی کی اس طرح فٹنگ کی گئی ہے جس سے وہ چل پھر سکتا ہے اور سلام بھی کرتا ہے اسی طرح اس کے ساتھی کتے کی بھی ساخت کی گئی ہے یہ کتا دم ہلاتا ہے۔ بھونکتا اور خوشامدانہ انداز میں مالک کے قدموں پہ جھک بھی جاتا ہے۔ مشینی انسان کا وزن ۲۰۰ پونڈ ہے۔

اناکلم ۲۷ اپریل۔ کل یہاں پر وزیر اعظم مسٹر جواہر لال نہرو نے کوچین کے بحری اڈہ کو دیکھا انہوں نے کہا کہ بحری قوت قومی طاقت کی کنجی ہے۔ مسٹر نہرو نے کہا کہ ہندوستان کی فوجیں قومی اتحاد کی بہترین مثال ہیں۔ ان میں سبھی عوام کو نمائندگی حاصل ہے اور اس کی بنیاد لسانی یا فرقہ پرست بنیاد پر نہیں رکھی گئی ہے۔